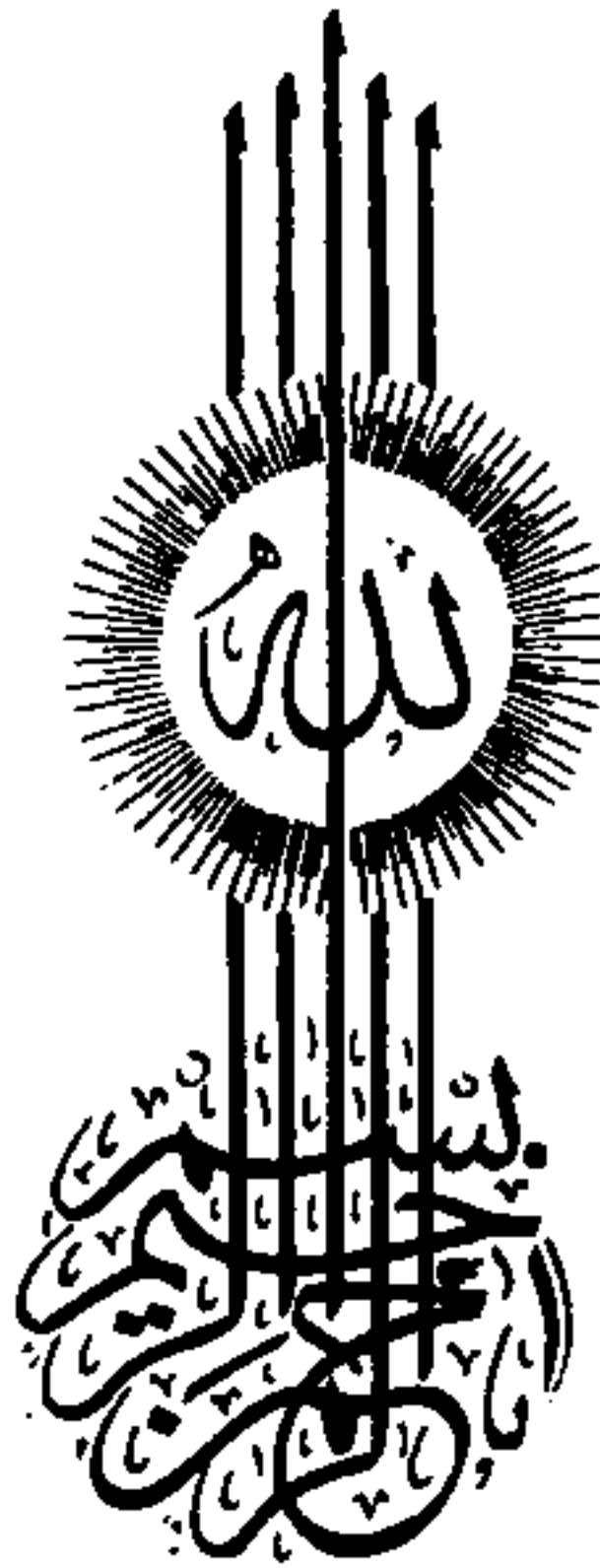


ولادتِ نبوی ﷺ

مولانا ابوالکلام آزادؒ





ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا ابوالکلام آزاد



مکتبہ جمال

تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

فون: 0300-8834610 7232731

maktabajamal@yahoo.co.uk

maktaba_jamal@email.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف: مولانا ابوالکلام آزاد

اہتمام: میاں غلام مرتضیٰ کھٹانہ

ناشر: مکتبہ جمال لاہور

مطبع: تایا سنز پرنٹرز لاہور

اشاعت: 2012ء

قیمت: 100 روپے

ملنے کا پتہ:

مکتبہ جمال

تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

Cell: 0300-8834610/ Ph: 042-37232731

maktabajamal@yahoo.co.uk
mjamal09@gmail.com

فہرست

9	عرض ناشر
11	پیش لفظ
15	عروس کائنات میں موتی بھر گئے
17	تذکار مقدس
17	ابر رحمت اور شادابی زمین
18	قدرتی مثالوں کی حکمت
19	موت کے بعد زندگی
20	روحانی تربیت
21	رحمت الہی کے خزانے
22	تکمیل ہدایت
23	امت مسلمہ کی تائیس
23	دنیا کی کس کی یاد رکھے؟
24	شان عالم
25	سکندر اور دوسرے فاتح
25	بے سود تذکار
26	صنعت گر
27	دور جدید

- 27 اپنے ہاتھوں گھر برباد کرنے والے
- 28 کس کی یاد منائیں
- 30 قرآن کا درس حکمت
- 31 صراط مستقیم
- 32 تقسیم مذہب
- 32 حضرت موسیٰ علیہ السلام
- 33 حضرت مسیح علیہ السلام
- 34 مسیحی قومیں اور تعلیم مسیح
- 35 مسیحیت کی حکمرانی
- 36 پھر کیا دنیا اس کے لیے تیار ہے؟
- 36 آریں سلسلہ
- 36 ولادت باسعادت
- 37 کرہ ارض کے آفتاب ہدایت
- 38 عالم گیر پیام
- 38 جہانوں کے لیے رحمت
- 39 ذکر مقدس
- 42 کائنات ہستی کی محبوبیت اعلیٰ
- 43 عبودیت کبریٰ
- 45 خصوصیت و امتیاز
- 47 جشن حصول و ماتم ضیاع
- 48 مجلس روشن دل تاریک

- 49 ظہور و مقصد ظہور
- 50 آتشیں شریعت
- 51 مراد کی بشارت اور کامیابی کی بہار
- 52 لاتھنو اولاً تحزانوا
- 53 خدا پر ایمان انسان کا خوف
- 54 استبدال نعمت
- 54 غفلت اور بد عملی
- 55 یادگار حریت
- 56 صرف خدا کی اطاعت
- 57 ایک سبق آموز مثال
- 58 اصل خوشی
- 58 تم کیا ہو؟
- 59 غفلت و بے خبری کی انتہا
- 60 یادگار منانے کا استحقاق
- 61 ماہ ربیع اول کا اختتام
- 61 تاریخ عالم کی عظیم ہستیاں اور داعی لا الہ الا اللہ کی عظمت
- 69 استفسار
- 69 احادیث صغیرہ و موضوعہ
- 71 فضیلت مجالس ذکر
- 72 اس مقصد کیا تھا
- 73 صورت قائم حقیقت مفقود

- 74 روایات ضعیفہ و قصص موضوعہ
- 75 غفلت و مدہمت علماء و تشدد بے محل
- 76 معیار تصدیق و غلیظ و اصول نقد روایت
- 77 صحیح راہ عمل
- 78 انکار کی جدگانہ بنیادیں
- 78 آج کے مصلحین اور علمائے حق
- 79 قصاص
- 79 طبقہ محدثین و جماعت قصاص و وعاظ
- 81 مولود کی اردو کتابوں کے ماخذ
- 81 قصص کتب مولود کا سرچشمہ اول
- 82 روایات ثلاثہ حافظ ابو نعیم اصفہانی
- 83 قتیبہ کی روایت
- 84 ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت
- 88 حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت
- 89 ابو حافظ ابو نعیم کی حقیقت
- 92 تیسری روایت کا معاملہ صعیف
- 94 حافظ سیوطی کی شہادت
- 95 قصر ایوان کسریٰ وغیرہ
- 98 حواشی

عرض ناشر

نبوت ایسی باکمال شے ہے کہ یہ رتبہ جسے عطا ہوا وہ اپنے علاوہ ہر انسان سے ممتاز ہو گیا، بلکہ خلقاً نوعاً پہلے سے ممتاز تھا، کیونکہ نبوت زمان و مکان سے ماورا ہے۔ چنانچہ یہ اسی امتیاز کی کرامت ہے کہ نبی دوسروں سے زندگی کے ہر واقعے میں خود بخود ممتاز ہو جاتا ہے اور یہ حقیقت واقعہ ہے۔ ولادت نبوی ﷺ کا واقعہ اسی ذیل میں آتا ہے۔ ہماری غلطی یہ ہے کہ ہم اس واقعے کو صرف امتیاز کے حوالے سے دیکھتے ہیں ورنہ نبوت تو اعتدال سے ہٹی ہوئی ہر شے کی تغلیط کر دیتی ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں یا بے سمجھے کہتے ہیں کہ ہم اس بات پر مجبور ہیں، اس لیے معذور ہیں اور اس مجبوری کو عشق رسول ﷺ کا نام دے کر اپنی ہر لغو اور پوچ حرکت کو اپنی معذوری قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میلاد النبی ﷺ کی تقریبات ہر طرح کی خرافات کی پناہ گاہ بن گئی ہیں:

وضع میں تم ہوں نصاریٰ، تو تمدن میں ہنود

یہ مسلمان ہیں! جنہیں دیکھ کر شرمائے یہود

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کے یہ مضامین الہلال میں شائع ہوئے۔ انہیں بعد میں کتابی شکل میں مرتب کیا گیا۔ اس کتاب کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ مولانا نے بھی عشق رسول ﷺ ہی سے مجبور ہو کر مسلمانوں کی اس روش کی بے راہ روی پر قلم اٹھایا ہے، بلکہ اپنے قلم کو تلووار بنا دیا ہے۔ کیونکہ نبوت پر کسی حوالے سے گرد اُڑانے والوں کا اس کے علاوہ کوئی علاج نہیں۔

اس کتاب کا آخری حصہ جو انہوں نے ایک صاحب کے خط کے جواب میں لکھا ہے، اصلاً اس کتاب کی جان ہے۔ انہوں نے ان تمام روایتوں اور واعظانہ داستانوں پر قلم اٹھایا ہے۔ جس پر ان سب خرافات کی بنیاد ہے، جن سے تقدس پر حرف آتا ہے۔ مکتبہ جمال نے عزم کر رکھا ہے کہ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریروں / تصانیف کو ان کے شایان شان شائع کر کے عوام الناس میں عام کیا جائے، مذکورہ کتاب اسی شکل کی ایک کڑی ہے۔ کوشش کی ہے کہ یہ کتاب اغلاط سے پاک ہو۔ اپنے دوست محترم محمد اصغر نیازی صاحب کا ممنون ہوں کہ ان کی علمی معاونت حاصل رہی۔

میاں مختار احمد کھٹانہ

پیش لفظ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ

”ولادت نبوی ﷺ“ اپنے موضوع اور اسلوب کے اعتبار سے ایک تحریری خطبہ ہے جس میں ابوالکلام نے تفہیم اور تاثیر کو یکجان کر دیا ہے۔ مخاطب کو فہم کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرتے ہوئے اُس کے احساسات و جذبات میں ایک گہرا، پر جوش اور بامقصد ارتعاش پیدا کر دینا، کلام کا وہ پیغمبرانہ وصف ہے جو پچھلی دو تین صدیوں میں ابوالکلام سے بڑھ کر کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ مذہبی ذہن اور طرز احساس کی ساخت ایسی ہے کہ ان کے مطالبات اور مقتضیات کی متوازن تکمیل ایک نہایت مشکل کام ہے۔ یعنی اس ذہن اور اس طرز احساس کو ایک ہی ہدف سے مربوط کر کے ان کی بہترین قوتوں کو بیدار کرنا اور انہیں پورے کنٹرول کے ساتھ ایک دوسرے سے ہم آہنگ رکھنا، نرے مفکر یا واعظ کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس کے لیے کسی ایک مرکز پر قائم شخصیت کی ضرورت ہے اور اس کے علاوہ معنی اور بیان پر وہ قدرت بھی درکار ہے جو دماغ اور جذبے کی اصول وحدت تک رسائی حاصل کئے بغیر ہاتھ نہیں آتی۔ مولانا آزاد کی کوئی بھی تحریر دیکھ لیں، وہی پیغمبرانہ آہنگ نظر آئے گا جس کا علمائے حق کو وارث بنایا گیا ہے۔ ان کا قاری اگر بالکل ہی غبی، غیر ذمہ دار اور بے حس نہیں ہے تو کم از کم دو چیزوں سے محروم نہیں رہ سکتا: فہم صحیح اور جذب سلیم۔ ان کا لفظ لفظ ایسا ہے کہ ذہن میں پڑی ہوئی گتھیوں کو سلجھاتا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ طبیعت کی افسردگی اور

جذبات کی پڑمردگی کا بھی ازالہ کر دیتا ہے۔

ابوالکلام آزاد کی اس بے مثال خصوصیت کا انداز لگانا ہو تو ان کی تحریروں کی معاصر دعوتی اور تہذیبی لٹریچر کے برابر رکھ کر دیکھ لیں۔ آدمی کا ذوق و فہم اگر یکسر مسخ نہ ہو چکا ہو، تو اس تقابل کا بس ایک ہی نتیجہ ممکن ہے..... چراغِ مردہ کجا شمعِ آفتاب کجا!۔

یہ کتابچہ دراصل ایک اصلاحی خطاب ہے جس میں روئے سخن مسلمانوں کے اس طبقے کی طرف ہے جس نے حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمانی تقاضے کو محض ایک رسمی شکل دے کر خود کو ان ذمہ داریوں سے الگ کر رکھا ہے جو اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے پوری امت پر عائد ہوتی ہیں۔ مولانا ایک ایسے مصلح کی طرح جو اپنی اصلاح طلب قوم کی نفسیات سے خوب آگاہ ہے، تمام خرابیوں کی وضاحت سے نشان دہی کرنے کے باوجود کہیں تو ہین و تحقیر کا رویہ اختیار نہیں کیا۔ ہر جگہ ایک سچے خیر خواہ کی دلسوزی سے کام لیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس دن کی یاد منانے والا ایک بڑا گروہ کیسی کیسی خرافات کا ارتکاب کرتا ہے۔ شاید ہی کوئی عالم ہو گا جس نے ان خرافات کا رد نہ کیا ہو یا ان کی اصلاح کی کوشش نہ کی ہو۔ مولانا آزاد نے بھی یہی کیا ہے لیکن بالکل مختلف انداز میں۔ اکثر فقہاء و محدثین کی طرح ایک لا تعلق، ٹھنڈا اور تحکمانہ رویہ اختیار کرنے کی بجائے انہوں نے شفیق، فکر مند اور دلگیر باپ کے لہجے میں کلام کیا ہے۔ سخت سے سخت بات کہی مگر خود کو مخاطب سے دور نہیں کیا۔ ڈانٹا بھی ہے تو چھاتی سے لگا کر ڈانٹا ہے۔

تعلق بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم دین کی اساس ہے۔ ہمارا ایمانی وجود اسی سے اور اسی پر قائم ہے۔ اللہ پر ایمان اور اس کی معرفت، عبادت اور اطاعت کی ہر وہ صورت بے معنی اور بے سود ہے، جو رسولِ آخر صلی اللہ علیہ وسلم کو حتمی سند اور مستقل واسطہ بنائے بغیر اختیار کی گئی ہو اور یہ خدائی قانون صرف مسلمانوں کے لیے نہیں ہے بلکہ قیامت تک آنے والے تمام

انسانوں پر جاری ہے۔ مولانا کی بعض تفسیری آراء سے یہ شبہ پیدا ہوا تھا کہ وہ تمام ادیان کو برحق سمجھتے ہیں اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو واحد ذریعہ نجات نہیں مانتے۔ ”ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم“ پڑھ کر اس شبہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہاں وہ دو ٹوک الفاظ میں کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح کسی خاص وقت، خاص قوم اور خاص علاقے تک محدود نہیں ہے بلکہ عالمگیر اور ہمہ زمانی ہے۔

دوسری بنیادی بات جو مولانا نے زور دے کر ارشاد فرمائی ہے، یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ بنی نوع انسان کو غیر حق کی غلامی سے نجات دلائی جائے۔ حریت، فطرت انسانی کا اقتضا ہے۔ اس سے محروم رہ کر انسانی شرف محض ایک مہمل تصور اور بے اصل خوش فہمی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس لیے جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی دعویٰ اس وقت تک ناقابل تسلیم ہے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی اس عظیم نعمت و سعادت کی پاسبانی کے ساتھ اسے مزید ترقی دینے کی مسلسل کوشش نہ کی جائے۔ یہ ہے تو پھر یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا جانے والا ہر اہتمام ٹھیک ہے ورنہ ساری دھوم دھام فضول اور لغو ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ مولانا نے کوئی فتویٰ نہیں دیا، کوئی مناظرانہ روش نہیں اپنائی۔ ایک انتہائی موثر اسلوب میں اپنی بات کو پوری وسعت اور بلندی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ آسان بنا کر بیان کر دیا۔ دعوت کا یہ انداز کسی مزاحمت کے ابھرنے سے پہلے ہی مخاطب کے دل و دماغ کو مانوس کر لیتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ کمال اگر کسی کے تجربے میں نہ آیا ہو تو یہ مختصر سی کتاب حاضر ہے۔ بسم اللہ۔

احمد جاوید

اقبال اکادمی پاکستان

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

یہ ریگستان حجاز کی بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا۔
یہ عرب کی ترقی و عروج کے بانی کی پیدائش نہ تھی۔
یہ محض قوموں کی طاقتوں کا اعلان نہ تھا
یہ صرف نسلوں اور ملکوں کی بزرگی کی دعوت نہ تھی جیسا کہ
ہمیشہ ہوا ہے۔

بلکہ

خدا کی ایک ہی اور عالمگیر بادشاہت کے عرش
جلال و جبروت کی آخری اور دائمی نمود تھی۔

عروسِ کائنات کی مانگ میں موتی بھر گئے

”رات لیلة القدر بنی سنوری ہوئی نکلی اور خیر من ألف شہر کی بانسری بجاتی ہوئی ساری دنیا میں پھیل گئی۔ مولکان شب قدر نے من کُلِّ امرٍ سلام کی سجیسیں بچھا دیں۔ ملائیکان ملاء الاعلیٰ نے تنزل الملائکة والروح فیہا کی شہنائیاں شام سے بجانی شروع کر دیں۔ حوریں باذن ربہم کے پروانے ہاتھوں میں لے کر فردوس سے چل کھڑی ہوئیں اور ہی حتی مطلع الفجر کی میعاد کی اجازت نے فرشتگانِ مغرب کو دنیا میں آنے کی رخصت دے دی۔ تارے نکلے اور طلوع ماہتاب سے پہلے عروسِ کائنات کی مانگ میں موتی بھر کر غائب ہو گئے۔ چاند نکلا اور اس نے فضائے عالم کو اپنی نورانی روائے سیمیں سے ڈھک دیا۔ آسمان کی گھومنے والی قوسیں آپ اپنے مرکز پر ٹھہر گئیں۔ بروج نے سیاروں کے پاؤں میں کیلیں ٹھونک دیں۔ ہوا جنبش سے، افلاک گردش سے، زمین چکر سے اور دریا بہنے سے رک گئے۔ کارخانہ قدرت کسی مقدس مہمان کا خیر مقدم کرنے کے لیے رات کے بعد اور صبح سے پہلے بالکل خاموش ہو گیا۔ انتظام و اہتمام کی تکان نے چاند کی آنکھوں کو جھپکا دیا، نسیم سحری کی آنکھیں جوشِ خواب سے بند ہونے لگیں۔ پھولوں میں نکبت، کلیوں میں خوشبو، کونپلوں میں مہک جو خواب ہو گئی۔ درختوں کے مشام خوشبوئے قدس سے ایسے مہکے کہ پتا پتا مخمور ہو کر سر بسجود ہو گیا۔ ناقوس نے مندروں میں بتوں کے سامنے سر جھکانے کے بہانے آنکھ جھپکائی۔ برہمن سجدے کے حیلے سر بہ زمین ہو گیا۔ غرضیکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ ایک منٹ کے لیے غیر متحرک ہو گیا۔ اس کے بعد وہ لمحہ آ گیا، جس کے لیے یہ سب انتظامات تھے۔ فرشتوں کے پرے خوشیوں

سے بھرے آسمانوں سے زمین پر اترنے لگے اور دنیا کے جمود میں ایک بیدار انقلاب پوشیدہ طور پر کام کرتا ہوا نظر آنے لگا۔ مہم غیب نے منادی کی کہ افضل البشر، خاتم الانبیاء، سراپردہ لاہوت سے عالم ناسوت میں تشریف لانے والے ہیں۔ رات نے کہا: میں نے شام سے یکساں انتظار کیا ہے کہ اس گوہر رسالت کو میرے دامن میں ڈال دیا جائے۔ دن نے کہا: میرا تیرا رات سے بلند ہے، مجھے کیوں محروم رکھا جائے۔ دونوں کی حسرتیں قابل نوازش نظر آئیں۔ کچھ حصہ دن کا لیا، کچھ رات کا۔ نور کے تڑکے نور علی نور کی نورانی آوازوں کے ساتھ دستِ قدرت نے دامن کائنات پر وہ لعل با بہار رکھ دیا، جس کے ایک سرسری جلوے سے دنیا بھر کے ظلمت کدے منور اور روشن ہو گئے۔ سرزمین حجاز جلوہ حقیقت سے لبریز ہو گئی۔ دنیا جو سرور و جمود کی کیفیت میں تھی اک دم متحرک نظر آنے لگی۔ پھولوں نے پہلو کھول دیے، کلیوں نے آنکھیں وا کیں، دریا بہنے لگے، ہوائیں چلنے لگیں، آتش کدوں کی آگ سرد ہو گئی، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، لات و منات، جبل و عزا کی توقیر پامال ہونے لگی، قیصر و کسریٰ کے فلک بوس بروج گر کر پاش پاش ہو گئے، درختوں نے سجدہ شکر سے سر اٹھایا، رات کچھ روشنی ہوئی سی، چاند کچھ شرمایا ہوا سا، تارے نادم و محبوب ہو کر رخصت ہوئے اور آفتاب شان و فخر کے ساتھ مسرت و مباہات کے اُجالے لیے ہوئے کرنوں کے ہار ہاتھ میں، قندیل نور تھاں میں، ہزاروں ناز و ادا کے ساتھ انفق مشرق سے نمایاں ہوا، حضرت عبداللہ کے گھر میں، آمنہ کی گود میں، عبدالمطلب کے گھرانے میں، ہاشم کے خاندان میں اور مکہ کے ایک مقدس مکان میں خلاصہ کائنات، فخر موجودات، محبوب خدا، امام الانبیاء، خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین یعنی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائے بصد عز و جلال ہوئے۔ سبحان اللہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کتنی مقدس جس نے ایسی سعادت پانچ اور پیر کا روز کتنا مبارک تھا جس میں حضور ﷺ نے نزولِ اجلال فرمایا:

فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

تذکار مقدس

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

ابر رحمت اور شاد آبی زمین

جب زمین پیاسی ہوتی ہے تو رب السموات والارض پانی برساتا ہے۔ جب انسان اپنی غذا کے لئے بیقرار ہوتا ہے تو وہ موسم ربیع کو بھیج دیتا ہے، جب خشک سالی کے آثار چھا جاتے ہیں، تو آسمان رحمت پر بدلیاں چھا جاتی ہیں:

اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَّاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسْفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلْفِهِ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٨:٣٠﴾

وہ خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہوائیں بادلوں کو اپنی جگہ سے ابھارتی ہیں اور جس طرح اس کی مرضی نے انتظام کر دیا ہے، بادل فضا میں پھیل جاتے ہیں پس تم دیکھتے ہو کہ ان کے اندر سے مینہ برسنے لگتا ہے اور تمام زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ پھر جب وہ اپنے بندوں پر جو بارش سے مایوس ہو گئے تھے، پانی برسا دیتا ہے، تو وہ کامیاب و خرم ہو کر خوشیاں منانے لگتے ہیں۔

قدرتی مثالوں کی حکمت

خدا کی تمام مثالیں اور دانا نیاں جو وہ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے کھولتا ہے، ہمیشہ عام اور قدرتی مظاہر سے تعلق رکھتی ہیں، تاکہ زمین کی ہر مخلوق ان کی تصدیق کر سکے اور ان سے دانائی حاصل کر سکے۔ وہ ایسے تغیرات و حوادث اور غیر فطری و صناعی چیزوں کا ذکر نہیں کرتا جن کو دیکھنے اور سمجھنے کے لئے کسی خاص طرح زندگی، خاص طرح کے علم اور خاص طرح کے گرد و پیش کی ضرورت ہو۔ بلکہ اس کی ہر تعلیم ایسی عام اور خالص فطری حالات سے متعلق ہوتی ہے، جس کو سن کر جنگل کا ایک چرواہا اور متمدن آبادیوں کا ایک فیلسوف، دونوں یکساں اثر کے ساتھ خدا کی سچائی کو پاسکتے ہیں۔ پس اگر تم نے فلسفہ و حکمت نہیں پڑھا ہے، اگر تم نے اجرامِ سماویہ کے دیکھنے کے لئے کسی رصد خانے کی قیمتی دوربین نہیں پائی ہے، اگر تم کو مادہ کے خواص کا تجربہ نہیں ہے، اگر تم کسی دارالعلوم کے اندر برسوں تک نہیں رہے ہو، اگر تم صحرائی ہو، اگر تم پہاڑوں کی چوٹیوں پر گوشہ نشین ہو، اگر پھونس کی ایک چھت اور بانسوں کی ایک شکستہ دیوار ہی رہنے اور بسنے کے لئے تمہارے حصے میں آئی ہے اور اس طرح تم نہیں جانتے کہ اپنے خدا کو آسمان کے عجیب و غریب ستاروں کے اندر کیونکر دیکھو اور اس کے حسن و جمال کو عناصر و ذراتِ خلقت کی آمیزش و آویزش کے اندر کیونکر ڈھونڈو، تاہم تم انسان ہو، تم کو روح دی گئی ہے اور تم زمین پر بستے ہو، تم آسمان کی ہر بدلی کے اندر، بادلوں کے ہر ٹکڑے کے اندر، ہواؤں کے ہر جھونکے کے اندر، بارانِ رحمت کے ہر قطرے کے اندر، اپنے خداوندِ حقیقی و قیوم کو، اس کی حکمت و قدرت کو، اس کی رافت و رحمت کو، اس کے پیار و محبت کو دیکھ سکتے ہو اور اسے پاسکتے ہو۔ تم میں سے کون ہے جس نے امید و بیم کی نظروں سے کبھی آسمان کو نہیں دیکھا ہے اور اس کی بجلیوں کی چمک اور بادلوں کی گرج کے اندر اپنی کھوئی ہوئی امید کو نہیں ڈھونڈا ہے؟

وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمْ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا (۲۴:۳۰)

اور قدرت الہی کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ جب زمین پیاسی ہوتی ہے اور خشک سالی کے آثار ہر طرف چھا جاتے ہیں تو وہ آسمان پر بارش کی علامتوں کو پیدا کر دیتا ہے اور تم امید و بیم کی نظروں سے انہیں دیکھتے ہو!

موت کے بعد زندگی

پھر وہ کون ہے کہ جب تم اور تمہاری تشنہ و بے قرار زمین پانی کے ایک ایک قطرہ کے لئے ترس جاتی ہے، خاک کا ایک ایک ذرہ رطوبت و نمو کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے، گرہ ارضی اپنی بے خودانہ حرکت میں آفتاب کے آتشکدہ سے قریب تر ہو جاتی ہے، اس کی تمام کائنات نباتاتی اپنا فطری حسن و جمال فطری کھودیتی ہے، پرند اپنے گھونسلوں میں، ٹہنیاں درختوں میں اور انسان اپنے گھروں میں پانی کے لئے ماتم کرتا اور ہر دم آسمان کی گرم و خشک فضا کی طرف مایوسی کی نگاہیں اٹھاتا ہے، تو وہ اپنی محبت اور ربوبیت کے نقاب میں آتا ہے اور مایوسی کے بعد امید کا، نامرادی کے بعد مراد کا، موت کے بعد زندگی کا پیام زمین کے ایک ایک ذرہ تک پہنچا دیتا ہے؟

وَيُنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (۲۴:۳۰)

اس کی ربوبیت و رحمت کو دیکھو کہ جب تم امید و بیم کی نظروں سے آسمان کو دیکھتے ہو اور تمام زمین پر مردنی اور ہلاکی چھا جاتی ہے، تو وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین پر موت کے بعد زندگی طاری ہو جاتی ہے۔ یقیناً قدرت الہی کی اس نمود میں صاحبان فکر و عقل کے لئے بڑی ہی نشانیاں رکھی گئی ہیں!

روحانی تربیت

یہ وہ انتظام الہی ہے جو پروردگار عالم نے انسان کے جسم کی غذا کے لئے کیا ہے، پھر کیا اس نے انسان کی روح کے لئے کچھ نہ کیا ہوگا؟ وہ رب الارباب جو زمین کی پکار سن کر اسے پانی دیتا اور جسم کی بے قراری دیکھ کر اسے غذا بخشتا ہے، کیا سرزمین روح و معنی کی تشنگی کے لئے کچھ نہیں رکھتا اور دل کی بھوک کے لئے اس کے خزانوں میں کوئی نعمت نہیں؟ وہ کہ اس کی محبت زمین کی مٹی کو خشک نہیں دیکھ سکتی اور درختوں کی ٹہنیوں کو وہ سبز پتیوں اور سرخ پھولوں کی زیبائش سے محروم نہیں رکھتا، کیا روح انسانی کو ہلاکت و بربادی کے لئے چھوڑ دے گا اور عالم انسانیت کا مرجھا جانا اسے خوش آئیگا؟ وہ رب العالمین جو تمہارے جسم کو غذا دے کر موت سے بچاتا ہے، کیونکر ممکن ہے کہ تمہاری روح کو ہدایت دے کر ضلالت سے نہ بچائے؟

جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ:

مَنْ رَبُّكُمْ يَا مُوسَىٰ (۴۹:۲۰)

تمہارا رب کون ہے اے موسیٰ

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہ صرف اپنے رب العالمین کی نسبت خبر ہی دی، بلکہ

اس کی ربوبیت کی دلیل قطعی و فطری بھی چند لفظوں میں بیان فرمادی:

رَبَّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ (۵۰:۲۰)

ہمارا رب وہ ہے، جو ”رب“ ہے اور اس لئے اس کی ربوبیت نے کائنات کی ہر

چیز کو اس کی خلقی ضروریات بخشیں، پھر اس کے بعد ان کی ہدایت کر دی تاکہ صحیح

اور فطری طریقہ پر کار بند رہ کر اپنی خلقت کے مقصد کو حاصل کریں۔

پس اس نے کہ زمین کی مٹی کے اندر قوت نشوونما رکھی اور پھر پانی برسا کر اس کی

ہدایت کر دی، یعنی اس کے آگے نفوذ و عمل کی راہ کھول دی اور جس کی ربوبیت نے عالم

ہستی کے ایک ایک ذرہ کے لئے خلقت اور ہدایت، دونوں کا سامان کر دیا، انسان کو بھی جسم اور روح دونوں کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس کے لئے بھی خلقت اور ہدایت دونوں کا سامان رکھتا ہے۔

رحمت الہی کے خزانے

اس کی ربوبیت نے جس طرح جسم کے لئے زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے رکھے ہیں، اسی طرح روح کی غذا کے لئے بھی اس کے آسمانوں کی وسعت معمور ہے۔ جس طرح جسم کی غذا اور زمین کی مادی حیات و نمود کے لئے آسمانوں پر بدلیاں پھلتیں، بجلیاں چمکتیں اور موسلا دھار پانی برستا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اقلیم روح و قلب کی فضا میں بھی تغیرات ہوتے ہیں۔ یہاں اگر زمین کی مٹی پانی کے لئے ترستی ہے، تو وہاں بھی انسانیت کی محرومی ہدایت کے لئے تڑپنے لگتی ہے۔ یہاں پتے جھڑتے ہیں، ٹہنیاں سوکھنے لگتی ہیں اور پھولوں کے رنگین ورق بکھر جاتے ہیں، تو تم کہتے ہو کہ آسمان کو رحم کرنا چاہیے۔ وہاں بھی جب سچائی کا درخت مرجھا جاتا ہے، نیکی کی کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں، عدالت کا باغ ویران ہو جاتا ہے اور خدا کے کلمہ حق و صدق کا شجرہ طیبہ دنیا کے ہر گوشے اور ہر حصہ میں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ہے، تو اس وقت روح انسانیت چیختی ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاہیے۔ یہاں زمین پر موت طاری ہوتی ہے تو خدا کی بارش اسے زندگی بخشی ہے۔ وہاں انسانیت ہلاک ہو جاتی ہے تو خدا کی ہدایت اسے پھراٹھا کر بیٹھا دیتی ہے:

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَّاحَ بُشْرًا مِّبَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ حَتَّىٰ
إِذَا أَقْلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُفِنَهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ
فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (۵۷:۷)

اور وہ پروردگار عالم ہی تو ہے کہ بارش سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بارانِ رحمت کے آنے کی خوشخبری سنا دیتی ہیں یہاں تک کہ جب اس کا وقت آجاتا ہے تو وہ وزنی بادلوں کو حرکت دیتی ہیں اور ہم انہیں ایک ایسے شہر کے اوپر لے جا کر پھیلا دیتے ہیں جو ہلاک ہو چکا ہے اور زندگی کے لئے پیاسا ہے۔ پھر پانی برستا ہے اور زمین کی موت کو زندگی سے بدل دیتا ہے، اس کی نمونجشی سے طرح طرح کے پھل پیدا ہوتے ہیں اور مخلوقات اپنی غذا حاصل کر لیتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہم مردوں کو بھی اٹھاتے ہیں۔ اور یہ جو کچھ کہا گیا ہے سو دراصل ایک مثال ہے، تاکہ تم دانائی اور سمجھ حاصل کرو۔

تکمیل ہدایت

عالمِ انسانیت کی فضائے روحانی کا ایک ایسا ہی انقلابِ عظیم تھا جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا۔ وہ رحمتِ الہی کی بدلیوں کی ایک عالم گیر نمود تھی جس کے فیضانِ عام نے تمام کائناتِ ہستی کو سرسبزی و شادابی کی بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بد حالی کا دور ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ وہ خداوند قدوس جس نے سینا کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آؤں گا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ میرے جاہ و جلالِ الہی کی نمود ہوگی، سو بالآخر وہ آ ہی گیا اور سعیر و فاران کی چوٹیوں پر اس کے ابر کرم کی بوندیں پڑنے لگیں!

یہ ہدایتِ الہی کی تکمیل تھی، یہ شریعتِ ربانی کے ارتقاء کا مرتبہ آخری تھا، یہ سلسلہ ترسیل و رُسل و نزولِ صحف کا اختتام تھا، یہ سعادتِ بشری کا آخری پیام تھا، یہ وراثتِ ارضی کی آخری بخشش تھی، یہ امتِ مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور اس لئے کہ یہ حضرت ختم المرسلین و رحمت العالمین محمد بن عبد اللہ کی ولادت باسعادت تھی۔ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ وسلم۔

امت مسلمہ کی تاسیس

یہی واقعہ ولادت نبوی ﷺ ہے جو دعوت اسلامی کے ظہور کا پہلا دن تھا اور یہی ماہ ربیع الاول ہے، جس میں اس امت مسلمہ کی بنیاد پڑی جس کو تمام عالم کی ہدایت و سعادت کا منصب عطا ہونے والا تھا، یہ ریگستان حجاز کی بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا، یہ عرب کی ترقی و عروج کے بانی کی پیدائش نہ تھی، یہ محض قوموں کی طاقتوں کا اعلان نہ تھا، اس میں صرف نسلوں اور ملکوں کی بزرگی کی دعوت نہ تھی، جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے اور جیسا کہ دنیا کی تمام تاریخ کا انتہائی سرمایہ ہے بلکہ یہ تمام عالم کی ربانی بادشاہت کا یوم میلاد تھا، یہ تمام دنیا کی ترقی و عروج کے بانی کی پیدائش تھی، یہ تمام کرہ ارضی کی سعادت کا ظہور تھا، یہ تمام نوع انسانی کے شرف و احترام کا قیام عام تھا، یہ انسانوں کی بادشاہتوں، قوموں کی بڑائیوں اور ملکوں کی فتوحات کا نہیں، بلکہ خدا کی ایک ہی اور عالمگیر بادشاہت کے عرش جلال و جبروت کی آخری اور دائمی نمود تھی!

پس یہی دن سب سے بڑا ہے، کیونکہ اسی دن کے اندر دنیا کی سب سے بڑی بڑائی ظاہر ہوئی۔ اس کی یاد نہ تو قوموں سے وابستہ ہے اور نہ نسلوں سے، بلکہ وہ تمام کرہ ارضی کی ایک عام اور مشترک عظمت ہے، جس کو وہ اس وقت تک نہیں بھلا سکتی جب تک کہ اس کو سچائی اور نیکی کی ضرورت ہے اور جب تک کہ اس کی زمین اپنی زندگی اور بقا کے لئے عدالت و صداقت کی محتاج ہے۔

دنیا کس کی یاد رکھے

دنیا میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے ہیں۔ یہ انقلابات خاص خاص انسانوں کے وجود سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے ان انسانوں کی پیدائش کے ایام کو بھی دنیا عظمت

کے ساتھ یاد رکھنا چاہتی ہے اور اس اعتبار سے ان یادگاروں کی فہرست بڑی ہی طویل ہے۔ اس میں بادشاہوں کے زرنگار تختوں کی قطاریں ہیں، فاتحوں کی بے پناہ تلواروں کی جھنکار ہے، سپہ سالاروں کے زرہ بکتر کی ہیبت ہے، حکیموں کی حکمتوں اور دانائیوں کے دفاتر ہیں، فلاسفر و علماء کے علوم و صحافت کے خزانے ہیں، صنایعوں کی ایجادیں ہیں، وطن پرستوں کے مواعظ ہیں، قومی پیشواؤں اور ملکی داعیوں کی جانفشانیوں اور سرفروشیوں کی داستانیں ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ دنیا اگر اپنی عظمت کے اصلی دن کو یاد رکھنا چاہتی ہے، تو ان میں سے کس کو یاد رکھے؟

ان میں سے کون ہے جس نے دنیا کو سب سے بڑی چیز دی ہے، تاکہ وہ بھی سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اسی کی یاد کو پیار کرے؟

شانِ عالم

آؤ ہم سب سے پہلے بڑے بڑے اولوالعزم شہنشاہوں کو دیکھیں جنہوں نے دنیا کے بڑے بڑے رقبوں کو نوکِ شمشیر پر رکھ لیا اور ایسے ایسے عجیب و غریب ایوانوں اور محلوں میں بے جن کی دیواریں اور چھتیں چاندی، سونے اور لعل و جواہر سے بنائی گئی تھی۔ انہوں نے بہت زیادہ مال و متاع جمع کیا، ان کے پاس لوہے کے بہت زیادہ آلاتِ خونریزی تھے اور ان کی اطاعت و غلامی میں انسانوں کا سب بڑا گلہ تھا۔ پس ان کی پیدائش کے واقعہ کو بھی سب سے زیادہ عظیم الشان اور ناقابلِ فراموش ہونا چاہیے۔

لیکن اگر دنیا ان کی پیدائش کو یاد رکھے، تو بتلاؤ کہ دنیا کے لئے انہوں نے کیا کیا؟ ان کی فتوحات بہت وسیع تھیں اور ان کی وہ دولت جو انہوں نے زمین کی بستیوں کو اجاڑ کر لوٹی تھی، بڑے بڑے وسیع رقبوں کے اندر آتی تھی، لیکن دنیا کو اس سے کیا ملا کہ دنیا کی گردن ان کی یاد کے آگے جھکے؟ اگر وہ بہت بڑے فاتح تھے، تو اس کو یوں کہو کہ انہوں نے سب سے زیادہ

زمین کو ویران کیا، سب سے زیادہ اس کی آبادیوں کو اجاڑا، سب سے زیادہ خون کی ندیاں بہائیں اور سب سے زیادہ خدا کے بندوں کے گلے میں اپنی غلامی کی لعنت کا طوق ڈالا۔ پھر کیا دنیا اپنی ویرانیوں، اپنے قتل و غارت، اپنے نہب و سلب اور اپنی غلامی کی لعنت کے ناپاک دنوں کو یاد رکھے؟ اور جن کی ابلہیت نے یہ ملعنت پھیلائی تھی، ان کی پیدائش کی نحوست پر خوشیاں منائے؟

سکندر اور دوسرے فاتح

سکندر دنیائے قدیم کا سب سے بڑا فاتح تھا، جس نے تمام دنیا سے اپنے تخت کی پوجا کرانی چاہی، لیکن دنیا اگر اس کی پیدائش کو یاد رکھے تو یہ یاد کن واقعات کی یاد ہوگی؟ یہ دنیا کی ویرانیوں، ہلاکتوں اور غلامیوں کی لعنتوں کا ایک بہت بڑا سرمایہ ہوگا جو اسے ہاتھ آئے گا!

دنیا میں جس قدر بادشاہ پیدا ہوئے، اگر تم ان کی زندگی کے تمام کارناموں کا حاصل معلوم کرنا چاہو، تو اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا کہ وہ جتنے بڑے بادشاہ تھے، اتنے ہی زیادہ انسانوں کو غلام بنانے والے تھے، اتنے ہی زیادہ ان کی فطری قوتوں کے لئے پتھر تھے، اتنے ہی زیادہ ان کی قدرتی حرکت و نشو کے لئے زنجیر تھے اور اتنے ہی زیادہ خدا کی عطا کردہ جبلت صالحہ اور انسان کے نوعی شرف و احترام کے لئے ان کے اندر بربادیوں اور ہلاکتوں کی نحوست تھی۔ پس جن کا وجود خود دنیا کے لئے ایک زخم تھا، ان کی یاد میں اپنی گمشدہ شفا کیوں کر سکتی ہے؟

بے سود تذکار

علماء کی حکمت، فلاسفر کا فلسفہ، صناعوں کی ایجادیں بلاشبہ تاریخ عالم کے اہم واقعات ہیں، لیکن اگر وہ اپنی یاد کے آگے دنیا کو جھکانا چاہتے ہیں، تو انہیں بتلانا چاہیے کہ

انہوں نے اپنی حکمت سرانیوں اور عجیب عجیب ایجادوں سے دنیا کے اصلی دکھ اور زمین کی حقیقی مصیبت کے لئے کیا کیا؟ آسمان کی فضا میں ان گنت ستاروں کی قطاریں پھیلی ہوئی ہیں۔ بلاشبہ وہ شخص بہت بڑا غور کرنے والا دماغ اور بڑی کاوش کرنے والی نظر رکھتا تھا۔ جس نے ہم کو سب سے پہلے بتلایا کہ یہ بڑے بڑے ستارے ہیں، ان میں ثوابت ہیں، سیارات ہیں اور ان کی حرکتوں کے معین اوقات و ایام ہیں۔ لیکن دنیا جب ستاروں کی یہ بہت بڑی سچائی نہیں جانتی تھی، تو اس وقت بھی بیمار تھی اور یہ معلوم کر کے بھی بیمار ہی رہی۔ اس کا اصلی دکھ یہ نہ تھا کہ انسان آسمان کے متعلق تھوڑا جانتا ہے، بلکہ ہمیشہ سے وہ اس ایک ہی مرض میں گرفتار رہی ہے کہ انسان خود اپنی نسبت، اپنی فطرت صالحہ کی نسبت، اپنی راہ سعادت کی نسبت کچھ بھی نہیں جانتا۔

صنعت گر

اس صناعت کو اگر تم بڑا سمجھتے ہو جس نے انسان کے لیے فن تعمیر ایجاد کیا، تاکہ وہ پائیدار مکانوں اور خوبصورت چھتوں کے نیچے بیٹھے، تو تمہیں بتلانا چاہیے کہ انسان درختوں کے نیچے بیٹھ کر نیک اور سچا انسان نہ تھا، مگر کیا بڑے بڑے مخلوق کے اندر بس کر اس نے اپنی گمشدہ حقیقت پالی؟ دنیا کا اصلی مرض انسانیت حقیقی کی گمشدگی ہے۔ سعادت انسانی اور امن ارضی ہی وہ نعمت ہے جس کی ڈھونڈھ میں ابتدا سے کائنات کا ذرہ ذرہ تہہ و بالا ہو رہا ہے۔ پھر بتلاؤ کہ اگر یہ بڑے بڑے صناعت اور موجد ہی انسانیت کی سب سے بڑی بڑائی رکھتے ہیں، تو ان کی ایجادوں نے انسان کو کس قدر امن دیا؟ کس قدر سلامتی بخشی؟ کہاں تک صراط سعادت پر چلایا؟ طلسم حیات انسانی کا کون سا راز افشاں کیا؟ خدا اور بندوں کے رشتے کو کہاں تک جوڑا؟ پھر اگر وہ یہ نہ کر سکے تو دنیا ان کی ایجادات کو اپنے خزانے میں محفوظ رکھ سکتی ہے، مگر انکی یاد میں اس کے لئے کوئی خوشی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ انہوں نے اس کے اصلی دکھ کے لئے کچھ نہ کیا!

دور جدید

اچھا دنیا کے قدیم کے ذخیرہ میں جو کچھ ہے اسے چھوڑ دو، کلدان و بابل اور یونان و اسکندریہ کے کھنڈر اور مسمار شدہ آثار کے اندر اگر دنیا کے لئے کچھ نہ تھا، تو بہت ممکن ہے کہ آج لندن اور برلن و پیرس کی عجیب و غریب آبادیوں اور عقل و فہم کو مبہوت کر دینے والے تمدن کے اندر دنیا کو وہ چیز مل جائے، جس کے لئے وہ ابتدائے خلقت سے حیران و سرگشتہ رہی ہے!

موجودہ تمدن یورپ کی ابتدا جن بڑے بڑے دعوؤں سے ہوتی ہے، ضرور ہے کہ وہ سب کے سب اس وقت تمہارے سامنے ہوں، کیونکہ ہماری موجودہ صحبت ان کے اعادے کی متحمل نہیں۔ ہم کو بتلایا گیا تھا کہ موجودہ تمدن کو دنیا کے قدیم تمدنوں سے کوئی مشابہت نہیں۔ ان کی مختلف شاخوں میں باہم ربط و علاقہ نہ تھا، ان کی بنیادیں صحت و حقیقت نہ تھیں، وہ انسانی علم و عمل کی تمام شاخوں کو بیک وقت مکمل نہ کر سکی تھیں، انہوں نے معلومات و اعمال میں کوئی صحیح نظم و ترتیب پیدا نہیں کی اور انہیں اپنے تمدن کی اشاعت اور پھیلاؤ کے وہ ذرائع حاصل نہ تھے، جن کے ذریعے ہم نے تمام کرۂ ارضی کو علم و تمدن کا ایک گھر بنا دیا ہے۔ پس گذشتہ تمدنوں کی ناکامی سے موجودہ تمدن کی ناکامی پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ یہ اور اسی طرح کے دعوے تھے، جن سے موجودہ تمدن کی فضا بھر گئی تھی اور جن کے ذریعے اعلان کیا جاتا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑی طاقت موجودہ تمدن کی ہے، حالانکہ سب سے بڑا صرف خدا ہے:

لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا فِىْ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْا كِبِيْرًا ۝ (۲۱:۲۵)

بلاشبہ انہوں نے یہ کہہ کر اپنے اندر بڑا گھمنڈ پیدا کیا اور بڑی سخت درجہ سرکشی کی!

اپنے ہاتھوں گھر برباد کرنے والے

سوا ب تم دیکھو کہ دنیا اپنے اعتراف کا سر جھکانے کے لئے جب تمدن کے اس سب

سے بڑے مغرور بت کی طرف جاتی ہے، تو اسے کیا جواب ملتا ہے؟

آج تمدن کے ابلیسانہ گھمنڈ کا ملعون بت چور چور کر دیا گیا ہے اور خدا کا وہ زبردست اور بے پناہ ہاتھ جو قوم شمود و عاد اور بڑی بڑی آبادیوں اور بڑے بڑے خیموں والوں کو سزا دے چکا تھا، اپنے جلال اور ہولناکی کی آتشیں چمک دکھلا رہا ہے۔ تم یورپ کی موجودہ جنگ اور متمدن اقوام کے باہمی قتل و خون ریزی پر چار پایوں کی طرح نہیں بلکہ انسانوں کی طرح نظر ڈالو اور دیکھو کہ یہ کیا ہے جو تمہارے سامنے ہو رہا ہے؟ یہ تمدن اور وحشت کی پیکار نہیں ہے، یہ علم اور جہل کی ٹکر نہیں ہے۔ یہ تمدن ہی ہے جو تمدن سے ٹکر رہا ہے، یہ علم ہے جو علم کو ذبح کر رہا ہے، یہ صنعت ہے جو صنعت کو پیش رہی ہے، یہ ایجاد کا مغرور شیطان ہے، جو ایجاد ہی کے شیطان لعین کو ڈس رہا ہے اور اس طرح تمدن کا گھمنڈ ہی ہے جو تمدن کے گھمنڈ کو ریزہ ریزہ اور پاش پاش کر رہا ہے:

يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ (۲:۵۹)

اپنے گھروں کو وہ اپنے ہاتھوں ہی سے اجاڑ رہے ہیں۔

پس اگر مسکین دنیا ان انسانوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے جو تمدن کے بادشاہ تھے، علم کے فرمانروا تھے اور ایجاد و صنعت کے دیوتا تھے، تو تم اس کا ہاتھ پکڑو اور اسے آج یورپ کے ان میدانوں کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دو، جہاں تمدن و علم کا تختِ عظمت و اجلال آگ اور لہو کی بدلیوں اور دھوئیں اور زہریلی گیسوں کی مسموم فضا کے اندر بچھایا گیا ہے اور مسمار عمارتوں کے کھنڈروں، سرخ سرخ خون کی ندیوں اور انسانوں کی تڑپتی ہوئی لاشوں کے تودوں پر اس کے سنہری ستونِ عظمت نصب کئے گئے ہیں۔ پھر اس سے کہو کہ وہ اپنی احسان مندی اور شکرگزاری کے لئے ان عظیم الشان انسانوں میں سے کسی بڑائی کو چھانٹ لے، جو آج گیہوں اور جو کے لئے روتے ہیں، کیونکہ ہوا میں اڑنے کے آلات اور پانی کو مفرد اجزاء میں بدل لینے کا علم ان کے لیے کچھ کام نہ آیا!!

کس کی یاد منائیں؟

وہ ان میں سے کس کو اپنی پرستش اور یاد کے لئے چنے گی؟ کیا وہ اس سب سے بڑے فلسفی کو یاد کرے گی، جو چودھویں صدی عیسوی میں آیا اور اس نے تجربہ کی راہ کھولی جس راہ نے کہ انسانوں کو ہلاکت اور خونریزی کے سب سے زیادہ روح پاش آلات تک پہنچا دیا؟ وہ کیمسٹری کے اس دیوتا کو یاد کرے گی، جس پر موجودہ تمدن کو سب سے زیادہ ناز ہے اور جس نے ایسی زہریلی گیسیں، ایسے مہلک بم اور شل اور ایسے بے پناہ مرکبات بنا دیئے جن کے آگے انسانی جماعتیں بالکل بے بس ہو جاتی ہیں اور منٹوں کے اندر بڑی بڑی آبادیاں موت کی لعنت سے بھر جاتی ہیں؟ اچھا، بھاپ کی طاقت کے موجد کو بلاؤ، اس کی بڑائی کیسی عجیب تھی جس نے بھاپ کی غیر معمولی طاقت کو انسان کے تابع کر دیا؟ لیکن آہ! وہ اس دنیا کے لئے کیا کرے جو موت کی نہیں، بلکہ زندگی کی بھوکی ہے اور دیکھ رہی ہے کہ بھاپ کے شیطان ہی کے اندر وہ سب سے بڑی بے پناہ خباثت ہے، جس نے آج جنگ کے میدانوں میں مختلف بھیسوں اور مختلف صورتوں کے اندر موت کی سب سے بڑی پھنکار ماری ہے اور تمام انسانی علم و دانائی اس کے بچاؤ کے لئے بیکار ہے؟

پھر کیا دنیا تمدن و علم کے ان مغرور بانیوں کی پیدائش پر خوشیاں منائے جنہوں نے اس کی موت و ہلاکت کیلئے تو سب کچھ کیا، پر اس کے امن و سلامتی اور سعادت و طمانیت کے لئے کچھ نہ کر سکے؟ ان کے پاس انسان کے اڑنے، سمندروں کے اندر جانے، بجلی کو قابو میں کرنے، ہوا کے تموج اور ذرات کو اپنے نامہ و پیام کا سفیر بنانے اور خود بخود بچنے والے باجوں اور بڑی تیزی سے چلنے والی سواریوں کے لئے تو بڑا ذخیرہ ہے، لیکن انسان کو نیک اور راست باز بنانے، خدا کی عدالت و صداقت سے زمین کو معمور کرنے، امن اور راحت کی بادشاہت کے قائم کرنے، ظلم و فساد کے بیج سے زمین کو صاف کرنے، طاقت اور حکم کے جبر

سے ضعیف اور ناتوانی کو بچانے اور انسانوں کو درندوں اور سانپوں کی طرح نہیں، بلکہ انسانوں کی طرح بسا دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے!

قرآن کا درس حکمت

تم نے یورپ کے تمدن کی کتوں کی طرح لوٹ کر اور بھیڑیوں کی طرح چل کر ہمیشہ پرستش کی ہے اور مذہب کی تعلیمات کی ہنسی اڑائی ہے کہ وہ آخرت آخرت کہتا ہے۔ مگر یورپ کی طرح دنیا کے لئے کچھ نہیں بتلایا، لیکن شاید تم آج قرآن حکیم کی اس آیت کو سمجھ سکو جس کے متعلق حدیث صحیح میں آیا ہے کہ اس کی تلاوت آخری زمانہ کے فتنہ سے بچائے گی۔

هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا
أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ
فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا (۱۰۴: ۱۰۵)

تم کو بتلاؤں کہ سب سے زیادہ ناکام و نامراد کام کرنے والے کون ہیں؟ وہ جن کی تمام قوت سعی صرف دنیا کی زندگی سنوارنے ہی میں کھو گئی اور جہل حقیقت نے ان میں یہ گھمنڈ پیدا کر دیا کہ وہ بہت ہی خوبیوں کا کام کر رہے ہیں، یہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی نشانیوں اور اس کے رشتہ کو نہ سمجھا اور اس سے انکار کیا، پس ان کا تمام کیا دھرا برباد گیا اور قیامت کے دن انہیں کوئی وزن نصیب نہ ہوگا۔

دوسری جگہ ارباب کفر کے اعمال یہ بتلائے۔

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ
غَافِلُونَ (۷: ۳۰)

صرف دنیا کی زندگی کا ایک ظاہری پہلو انہوں نے جان لیا ہے اور وہ آخرت کے علاقوں سے بالکل غافل ہو گئے ہیں۔

”آخرت“ سے مقصود یہ نہیں ہے کہ دنیا اور دنیا کے اعمال ترک کر دیئے جائیں، بلکہ اس کی عملی تفسیر یورپ کی موجودہ زندگی کو سمجھو جس نے اپنے تئیں صرف دنیا ہی کے لئے وقف کر دیا ہے اور اس کے گھمنڈ میں وہ اللہ اور اس کے رشتہ کے لئے کوئی وقت اور فکر نہ نکال سکی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے وہ چیز تو حاصل کر لی، جس کا نام تمدن رکھا گیا ہے، لیکن وہ شے حاصل نہ کر سکی، جو انسان کے لئے امن حقیقی کی راہ اور سلام و سعادتِ فطری کی صراطِ مستقیم ہے۔

صراطِ مستقیم

تم کہہ سکتے ہو کہ یہ ان انسانوں کا حال ہے جن کی بڑائیاں صرف جسم و مادہ تک محدود تھیں لیکن اگر دنیا کے لئے ان کی پیدائش کی یاد میں کوئی تسکین اور راحت نہیں ہے تو وہ ان تمام صفوں سے باہر آ جائے گی اور دنیا کے بڑے بڑے مذہبوں کے دامن میں پناہ لے گی۔ وہ بائیانِ مذاہب کی عظمتوں کا نظارہ کرے گی، وہ خدا کے رسولوں اور اس کے پاک پیاموں کے پیغامبروں کو ڈھونڈے گی!

ہاں، اگر دنیا ایسا کرے تو یہ فی الحقیقت اس کی مصیبتوں کا خاتمہ ہوگا، اس کے دائمی درد اور بے قرار یوں کے لیے سکھ اور راحت کی ایک حیات بخش کرٹ ہوگی اور وہ بلاشبہ منزل مقصود کو پالے گی۔ قرآن حکیم نے بھی اس کے دکھ کا یہی علاج بتلایا ہے اور جب کہ وہ بادشاہوں، قومی پیشواؤں، کاہنوں اور علم و مذہب کے جھوٹے مدعیوں کے دامنِ غرور میں لپٹی ہوئی تھی تو اسے وصیت کی کہ وہ سچائی کے رسولوں اور خدا کے داعیوں کی راہ اختیار کرے اور انہی کی زندگی کو اپنا نصب العین بنائے:

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

(۶-۵:۱)

خدایا تو ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا وہ صراطِ مستقیم جو تیرے نبیوں، صدیقیوں، شہیدوں، صالح بندوں کی راہ عمل ہے!

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس میدان میں بھی آ کر وہ کون سی زندگی ہے، جس کے اعمال دعوت کے اندر دنیا کو پیامِ امن و سعادت مل سکتا ہے؟

تقسیم مذہب

دنیا میں آج جو بڑے بڑے مذاہب موجود ہیں، وہ علم الاقوام کی تقسیم کے مطابق دو قسموں میں منقسم کئے جاسکتے ہیں۔

ایک سیمائیتی سلسلہ ہے جس کے ماتحت یہودی اور مسیحی قومیں اب تک دنیا میں باقی ہیں۔ دوسرا آریں سلسلہ ہے جس سے گوتم بدھ اور ہندوستان کے تمام داعیانِ مذاہب وابستہ ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

پھر دنیا کے لئے اگر سب سے بڑا رسول یہودی مذہب کی تاریخ میں ہے، تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور ان کی پیدائش کو سب سے بڑا واقعہ قرار دے گی۔ لیکن اگر اس نے ایسا کرنا چاہا تو اسے یہ سمجھنے کا حق حاصل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعمالِ حیات میں اپنے لئے پیامِ امن ڈھونڈے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ مقدس کا سب بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مصر کی ایک جابر و ظالم گورنمنٹ کے پنجہٴ استبداد سے بنی اسرائیل کو نجات دلائی اور اسے غلامی کی ناپاکی سے نکال کر جو انسانیت کے لئے سب سے بڑی ناپاکی ہے، حکومت اور امن و عزت کی طہارت تک پہنچا دیا۔

بلاشبہ انہوں نے اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل کی نسل کے لئے بڑا ہی مقدس جہاد کیا اور یہ ان کا یادگار عالم اسوہ حسنہ ہے، جس کی دنیا کو تقدیس کرنی چاہیے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ انہوں

نے تمام دنیا کے لئے کیا کیا؟ دنیا صرف بنی اسرائیل ہی کا نام تو نہیں ہے۔ غیر الہی عبودیت کی زنجیریں صرف بنی اسرائیل ہی کے پاؤں میں نہیں تھیں بلکہ کرۂ ارضی کی تمام آبادی کے پاؤں اس کے بوجھ سے زخمی تھے، پس دنیا کے لئے وہی تلوار محبوب ہو سکتی ہے جو صرف فرعون کی ڈالی ہوئی زنجیروں ہی کو نہ کاٹے، بلکہ دنیا کے تمام فرعونوں کے تختِ غرور کو الٹ دے؟ انہوں نے صرف بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلائی، مگر تمام دنیا غلامی سے نکلنے کی آرزو مند ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام

دوسرا سب سے بڑا اسرائیلی مذہب مسیحی تحریک کا ہے۔ لیکن مسیحی دعوت کی تعلیم ہمارے سامنے ہے۔ اس کے علاوہ مسیحیت سے منسوب قومیں جو کچھ کہیں گی، ہم انہیں حضرت مسیح کے نام سے قبول نہیں کر سکتے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا کہ میں صرف تورات کو قائم کرنے آیا ہوں، خود کوئی نئی دعوت نہیں لایا۔ (متی ۵: ۱۷)

انہوں نے تصریح کی کہ میرا مشن صرف بنی اسرائیل کی اصلاح تک محدود ہے۔ نیز انہوں نے غیر قوموں میں منادی کرنے سے روکا اور ہمیشہ اپنے کاموں اور اپنی وصیتوں میں اپنی تعلیم کو اسرائیل کے گھرانے تک ہی محدود رکھا۔ پس دراصل انہوں نے جو کچھ بھی خدمت کرنا چاہی، وہ محض بنی اسرائیل نامی ایک مسخ شدہ قوم کی تھی۔ تمام دنیا کے لئے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔

پھر ان کا ظہور اس وقت ہوا جب کہ روم کی ظالمانہ حکومت نے شام کے مقدس مرغزاروں کو روند ڈالا تھا اور بت پرست قوموں کی جابر و مستبد حکومتیں دنیا کے بڑے حصے کو اپنا غلام بنائے ہوئے تھیں، لیکن انہوں نے نہ تو اس ظلم و طغیانی کے متعلق کچھ کہا اور نہ اس سے کچھ تعرض کیا۔

مسیحی قومیں اور تعلیم مسیحی

پہلی صدی مسیحی کے بعد جس قدر مسیحی قومیں دنیا میں آباد ہوئیں، ان کو حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم و دعوت سے کچھ تعلق نہ تھا اور وہ سرتا سر یونان کے ایک تعلیم یافتہ یہودی پولس کے مذہب کی پیرو تھیں۔ پولس نے تمام حواریان مسیح کے مذہب کے خلاف غیر اسرائیلی انسانوں کو پتسمادینا شروع کیا اور اس طرح روم و یونان کے مختلف جزیروں اور دیہاتوں میں ایک نیا گروہ پیدا کر لیا۔ پس اگر دنیا حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف جھکنا چاہے گی، تو دنیا کو ان کے کارنامہ حیات کے لئے بمشکل ایک چوتھائی صدی ہاتھ آئے گی، جس کے اندر ان کے تربیت یافتہ حواریوں کے اعمال نظر آسکتے ہیں اور یہ چند سال فضائل و محاسن اخلاق کا کیسا ہی عمدہ نمونہ پیش کریں لیکن ان میں دنیا کے لئے کوئی عام پیام نجات نہیں ہے۔

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو۔ نتائج کی بحث بعد کو آتی ہے۔ سب سے پہلے دعوت، اعلان، ادعاء اور نفس تعلیم کا سوال ہے۔ دنیا حضرت مسیح علیہ السلام کی یاد پر کیوں کر قناعت کرے جب کہ خود انہوں نے دنیا کے لئے کچھ نہ کیا، بلکہ ہمیشہ اسے ٹھکرایا، مردود کیا اور اس کے ساتھیوں کو، اس کے دوستوں کو، اس سے رشتہ رکھنے والوں کو خدا کی بادشاہت کی مہربانی سے محروم بتلایا؟ حتیٰ کہ ایک آخری فتویٰ دے دیا!

تم خدا اور دنیا، دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے“ (متی ۶: ۲۵)

اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی

بادشاہت میں داخل ہو۔“ (متی ۱۹: ۲۳)

اس سے بھی درگزر کرو اور اس کی بہتر سے بہتر توجیہ جو کر سکتے ہو کر لو۔ نیز پولس کی دعوت ہی کو حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت تسلیم کر لو اور ان تمام قوموں کو جنہوں نے مسیح علیہ السلام کے نام پر پتسمادینا کا پانی اپنے اوپر چھڑکا، مسیحی دعوت کا پھل مان لو، لیکن پھر بھی مسیحی

تحریک کی پوری تاریخ کا کیا حال ہے؟

مسیحیت کی حکمرانی

جب تک مسیحیت دنیا پر حکمراں رہی، جس وقت تک مسیحی مذہب کا دینی تسلط انسانوں سے اطاعت کراتا رہا اور جب تک کہ مسیحی راہنماؤں اور خلیفوں کی غلامی سے دنیا نے انحراف نہ کیا، تاریخ شاہد ہے کہ اس وقت تک اس کا وجود دنیا کے لئے دنیا کے علم و تمدن کے لئے، آبادی و عمران کے لئے، اخلاق و پاکیزگی کے لئے، اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان کی فطری حریت اور شرف انسانیت کے لئے ایک بدترین لعنت رہا، جس نے جلایا، ویران کیا، مسمار کیا، قتل کیا، جیل خانے بھرے، زبانوں پر مہریں لگائیں انسانی دماغوں کو معطل کیا لیکن انسان اور انسانیت کی راستی و ترقی کے لئے چند لمحوں کا بھی ایک دور پیدا نہ کیا۔ مشہور مورخ گیزر، سید یو، لامارے اور ڈریپر اس بارے میں ہمارے لئے بہترین راوی ہیں۔

لیکن جس وقت سے کہ مسیحیت کی قوت نے شکست کھائی۔ تمدن کا غیر دینی دور شروع ہوا، مذہبی جماعتوں اور مذہبی خلافت (پوپ) کے حلقہ غلامی سے یورپ آزاد ہو گیا، تو اس وقت سے یورپ کے موجودہ تمدن کی بنیاد پڑی اور مسیحی قوموں نے ترقی شروع کی۔

اگر تم کہتے ہو کہ دنیا کے لئے سب سے بڑی عظمت مسیحی مذہب کے بانی میں تھی، تو خود اس کے بانی ہی نے ہمیں معیارِ حق و باطل بتلا دیا کہ:

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے (مقس ۱۶:۱۹)

پس دنیا اگر مسیحی مذہب کی پیدائش کے اندر اپنی خوشی ڈھونڈے، تو اس کو انسان کی امن و سلامتی اور فطرت کی آزادی و سعادت کی جگہ قتل و غارت اور ہلاکت و غلامی کا یادگار جشن منانا پڑے گا۔ کیونکہ مسیحیت کے درخت کا صرف یہی پھل ہمارے سامنے ہے۔

پھر کیا دنیا اس کے لئے تیار ہے؟

یہ جو کچھ تھا، مسیحی اقوام کی تاریخِ قدیم کی بنا پر تھا، لیکن اگر اس پر گذشتہ دو صدیوں کے واقعات و نتائج کا بھی اضافہ کر دیا جائے، جو اقوام یورپ کے اعمالِ تمدن سے وابستہ ہیں، تو دنیا کی مایوسی اور زیادہ درد انگیز ہو جائے۔

آرین سلسلہ

اس کے بعد مذاہبِ عالم میں آرین نسلوں کی دعوتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ لیکن افسوس کہ دنیا کے لئے ان کے پاس بھی کوئی پیامِ سعادت نہیں۔ عظیم الشان گوتم بدھ کی تمام تعلیمات و وصایا کا ما حاصل یہ بتلایا جاتا ہے کہ ”نجات دنیا کے ساتھ رہ کر حاصل نہیں ہو سکتی“ پس دنیا کو جن لوگوں نے ٹھکرا دیا، دنیا ان کے پاس جا کر کیا سکھ حاصل کرے گی؟ پھر اس نے جو کچھ بھی بتلایا اور سکھلایا ہو، لیکن قوموں اور ملکوں کے دائرہ ہی میں اس کی دعوت محدود رہی۔ ہندوستان میں اسے شکست ملی تو جاپان اور چین میں جا کر محدود ہو گئی۔ پس زمین اپنی اس مصیبت کے لئے جو رقبوں اور ملکوں میں محدود نہیں ہے، عظیم الشان بدھا سے کیا حاصل کر سکتی ہے؟

ہندوستان کے مذہبی ذخیرہ تعلیمات اور اس کی پراثر قدامت کی وقعت سے ہم انکار نہیں کر سکتے، تاہم دنیا کے لئے ان کے بانیوں کی عظمت کے اندر کیا خوشی ہو سکتی ہے جبکہ کوہِ ہمالیہ کی دیواروں اور بحرِ عرب کی موجوں سے باہر بھی دنیا ہے، مگر ہندوستان کے مذہبی داعیوں نے صرف ہندوستان کے اندر بسنے والوں ہی کو اپنی ہدائتیں سپرد کیں۔

ولادت باسعادت

پس دنیا اگر اپنی نجات کے لئے بے چین ہے تو اس کے لئے راحت اور تسکین کا پیام صرف ایک ہی ہے اور صرف ایک ہی کی زندگی میں ہے۔ اس کا دکھ ایک ہی ہے، اس

لئے اس کی شفاء کے نسخے بھی ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ اس کا پروردگار ایک ہے، جو اپنے ایک ہی آفتاب کو اس کے خشک وتر پر چمکاتا اور ایک ہی طرح کی بدلیوں سے اس کے آباد و ویرانہ کو شاداب کرتا ہے۔ پس اس کی ہدایت و رحمت کا آفتاب بھی ایک ہی ہے اور گو بہت سے ستارے اس کی روشنی سے اکتساب نور کرتے ہوں مگر ان سب کا مرکز و مبدئ نورانیت ایک ہی ہے:

قرآن حکیم نے آفتاب کو ”سراج“ کہا:

وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَاجًا (۱۳:۷۸)

اور ہم نے آسمان میں سورج کے چراغ کو بڑا ہی روشن بنایا۔

اور اسی طرح اس کے ظہور کو بھی ”سراج“ کہا جس کی ہدایت و رحمت کی روشنی تمام کرۂ

ارض کی ظلمتوں کے لئے پیام صبح تھی:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ

بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا (۴۶:۳۳)

اے پیغمبر اسلام! ہم نے تم کو دنیا کے آگے حق کی گواہی دینے والا، سعادت

انسانیت کی خوشخبری پھیلانے والا، اللہ کی طرف اس کے بندوں کو بلانے والا

اور دنیا کی تاریکیوں کے لئے ایک نورانی چراغ بنا کر بھیجا۔

کرہ ارض کے آفتاب۔ ہدایت

پس تمام کرۂ ارض کی روشنی کے لئے یہی ایک آفتاب ہدایت ہے، جس کی عالم تسخیر

کرنوں کے اندر دنیا اپنی تمام تاریکیوں کے لئے نور بشارت پاسکتی ہے اور اس لئے صرف

وہی ایک ہے، جس کے طلوع کے پہلے دن کو دنیا کبھی نہیں بھلا سکتی اور اگر اس نے بھلا دیا تو

وہ وقت دور نہیں جب اسے کامل عشق و شیفتگی کے ساتھ صرف اسی کے آگے جھکنا پڑے گا اور

اسی کو اپنا کعبہ امید بنانا پڑے گا۔

عالمگیر پیام

اس مقدس پیدائش نے دنیا میں ظاہر ہو کر یہ نہیں کہا کہ میں صرف بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے آیا ہوں، بلکہ اس نے کہا کہ تمام عالم انسانیت کو غیر الہی غلامیوں سے نجات دلانا میرا مقصدِ ظہور ہے۔ اس نے صرف اسرائیل کے گھرانے کی گمشدہ رونق ہی سے عشق نہیں کیا، بلکہ تمام عالم کی اجڑی ہوئی بستی پر غمگینی کی اور ان کی دوبارہ رونق و آبادی کا اعلان کیا۔ اس نے اس خدا کی محبتوں کی طرف دعوت نہیں دی، جو صرف سینا کی چوٹیوں یا ہمالہ کی گھاٹیوں میں بستا ہے، بلکہ اس رب العالمین کی طرف بلایا جو تمام نظام ہستی کا پروردگار ہے اور اس لئے تمام کائنات عالم کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ ہم کو دنیا میں سکندر ملتا ہے جس نے تمام دنیا کو فتح کرنا چاہا تھا، لیکن ہم دنیا کی پوری تاریخ میں خدا کے کسی رسول کو نہیں پاتے، جس نے تمام عالم کی ضلالتوں اور تاریکیوں کے خلاف اعلانِ جہاد کیا ہو۔

جہانوں کے لیے رحمت

اس کا صرف ایک ہی اعلان ہے جو آغازِ خلقت سے اب تک کیا گیا ہے اور اس لئے اگر دنیا نسلوں، قوموں اور رقبوں کا نام نہیں ہے، بلکہ مخلوقاتِ الہی کی اس پوری نسل کا نام ہے، جو کہ کرۂ ارضی کی پیٹھ پر بستی ہے، تو وہ مجبور ہے کہ ہر طرف سے مایوسی کی نظریں ہٹا کر صرف اس ایک ہی اعلانِ عام کے آگے جھک جائے اور صرف اس کی پیدائش کے دن کو اپنی عمر کا سب سے بڑا دن یقین کرے:

تَبْرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا

(۱:۲۵)

کیا ہی پاک اور برکتوں کا سرچشمہ ہے ذات اس کی جس نے اپنے برگزیدہ
بندے پر الفرقان نازل کیا تاکہ وہ قوموں اور ملکوں ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام
عالموں کی ضلالت کے لئے ڈرانے والا ہو!

دنیا میں جس قدر داعیانِ حق و صداقت کے اعلانات موجود ہیں، اگر دنیا ان کو بھلا
دے گی، تو یہ صرف قوموں اور ملکوں کی سعادت کی فراموشی ہوگی، کیونکہ اس سے زیادہ انہوں
نے کچھ نہیں کہا، لیکن اگر ربیع الاول کو اس نے بھلا دیا، تو یہ تمام کمرۂ ارضی کی نجات کو بھلا دینا ہو
گا، کیونکہ ربیع الاول کی رحمت کسی ایک سرزمین کے لئے نہیں بلکہ تمام عالمین کے لئے تھی۔

☆☆☆☆☆

ذکرِ مقدس

آں راز کہ در سینہ نہاں ست نہ وعظ ست
بردار توں گفت، بر منبر نہ توں گفت!

عزیزانِ ملت! ماہِ ربیع الاول کا ورود تمہارے لئے جشن و مسرت کا ایک پیغامِ عام ہوتا ہے۔ کیونکہ تم کو یاد آ جاتا ہے کہ اسی مہینے کے ابتدائی ہفتوں میں خدا کی رحمتِ عامہ کا دنیا میں ظہور ہوا اور اسلام کے داعی برحق ﷺ کی پیدائش سے دنیا کی دائمی عمکیدیاں اور سرکشکیاں ختم کی گئیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

تم خوشیوں اور مسرتوں کے ولولوں سے معمور ہو جاتے ہو، تمہارے اندر خدا کے رسولِ برحق کی محبت و شفقت کی ایک بے خودانہ جوش و محویت پیدا کر دیتی ہے۔ تم اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اسی کی یاد میں، اسی کے تذکرے میں اور اسی کی محبت کے لذت و سرور میں بسر کرنا چاہتے ہو!

تم اس کے ذکر و فکر کی مجلسیں منعقد کرتے ہو، ان کی آرائش و زینت میں اپنی محنت و مشقت کی کمائی بے دریغ لٹاتے ہو، خوشبودار اور تروتازہ پھولوں کے گلہستے سجاتے ہو، کافوری شمعوں کے خوبصورت فانوس اور برقی روشنی بکثرت کے کنول روشن کرتے ہو، عطر و گلاب کی مہک اور اگر کی بتیوں کا بخور جب ایوانِ مجلس کو اچھی طرح معطر کر دیتا ہے، تو اس

وقت مدح و ثنا کے زمزموں اور درود و سلام کے مقدس ترانوں کے اندر اپنے محبوب و مطلوبِ مقدس کی یاد کو ڈھونڈتے ہو اور بسا اوقات تمہاری آنکھوں کے آنسو اور تمہارے پُر محبت دلوں کی آہیں اس کے اسمِ مبارک سے والہانہ عشق کرتیں اور اس کے عشق سے حیاتِ روحانی حاصل کرتی ہیں!

پس کیا مبارک ہیں وہ دل جنہوں نے اپنے عشق و شیفگی کے لئے رب السموات والارض کے محبوب ﷺ کو چنا! اور کیا پاک و مطہر ہیں وہ زبانیں جو سید المرسلین و رحمتہ العالمین ﷺ کی مدح و ثنا میں زمزمہ سنج ہوئیں!

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار

بگذرانند و خم طرہ یارے گیرند!

انہوں نے اپنے عشق و شیفگی کے لئے اس کی محبوبیت کو دیکھا، جس کو خود خدا نے اپنی چاہتوں اور محبتوں سے ممتاز کیا اور ان کی زبانوں نے اس کی مدح و ثنا کی اس کی مدح و ثنا میں خود خدا کی زبان، اس کے ملائکہ اور قدوسیوں کی زبان اور کائناتِ ارضی کی تمام پاک روحوں اور سعید ہستیوں کی زبان، ان کی شریک و ہمنا ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۵۶:۳۳)

کائناتِ ہستی کی محبوبیتِ اعلیٰ

بلاشبہ محبتِ نبوی اور عشقِ محمدی ﷺ کے یہ مخلصانہ ذوق و شوق تمہاری زندگی کی سب سے زیادہ قیمتی متاع ہے اور تم اپنے ان پاک جذبات کی جتنی بھی حفاظت کرو کم ہے۔ تمہارا یہ عشقِ الہی ہے، تمہاری یہ محبتِ ربانی ہے، تمہاری یہ شیفگی انسانی سعادت اور راست بازی کا سرچشمہ ہے، تم

اس وجود مقدس و مطہر کی محبت رکھتے ہو جس کو تمام کائنات انسانی میں سے تمہارے ندانے ہر طرح کی محبوبیتوں اور ہر قسم کی محمودتیوں کے لئے جن لیا اور محبوبیت عالم کا خلعت اعلیٰ صرف اسی کے وجود اقدس پر راست آیا۔ کزہ ارض کی سطح پر انسان کے لئے بڑی سے بڑی بات جو لکھی جا سکتی ہے، زیادہ سے زیادہ جو عشق کیا جا سکتا ہے، اعلیٰ سے اعلیٰ مدح و ثناء جو کی جا سکتی ہے، غرض کہ انسان کی زبان انسان کے لئے جو کچھ کہہ سکتی ہے اور کر سکتی ہے، وہ سب کا سب صرف اسی ایک انسانِ کامل و اکمل ﷺ کے لئے ہے اور اس کا مستحق اس کے سوا کوئی نہیں۔

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
ہر جا کنیم سجدہ بداں آستاں رسد

و اللہ در ما قال:

عبار اتناشتی و حسنک واحد
و کل الی ذالک الجمال یشیر!

عبدیت کبریٰ (وحدہ لا شریک)

خدا کی الوہیت و ربوبیت جس طرح وحدہ لا شریک ہے کہ کوئی ہستی اس کی شریک نہیں، اسی طرح اس انسانِ کامل ﷺ کی انسانیت اعلیٰ اور عبدیت کبریٰ بھی وحدہ لا شریک ہے، کیونکہ اس کی انسانیت و عبدیت میں کوئی اس کا سا جہا نہیں اور اس کے حسن و جمال فردانیت کا کوئی شریک نہیں:

منزہ عن شریک فی محاسنہ

فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں تم دیکھتے ہو کہ تمام انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر جہاں کہیں کیا گیا، وہاں ان سب کو ناموں سے پکارا ہے اور ان کے واقعات کا بھی ذکر

کیا ہے، تو ان کے ناموں کے ساتھ کیا ہے۔ لیکن اس انسان کامل، اس فردِ کامل صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اس صفاتِ عبدیت کے وحدۃ لا شریک کا اکثر مقامات پر اسی طرح ذکر کیا ہے کہ نہ تو اس کا نام لیا گیا، نہ ہی کسی دوسرے وصف سے نامزد کیا گیا، بلکہ صرف ”عبد“ کے لفظ سے اس کے پروردگار نے اسے یاد فرمایا:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى (۱:۱۷)

کیسا پاک ہے وہ خداوند قدوس جس نے ایک رات اپنے عبد کو مسجد حرام سے
مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی!
سورہ جن میں فرمایا:

وَ أَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ
لِبَدًا (۱۹:۷۲)

اور جب اللہ کا بندہ (عبد) تبلیغ حق کے لئے کھڑا ہوتا ہے تاکہ اللہ کو پکارے، تو
کفار اس کو اس طرح گھیر لیتے ہیں گویا قریب ہے کہ اس پر آگریں گے!
سورہ کہف کو اس طرح اس آیت سے شروع کیا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ (۱:۱۸)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے ”عبد“ پر کتاب اتاری۔
سورہ فرقان کی پہلی آیت ہے:

تَبْرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ
نَذِيرًا (۱:۲۵)

کیا ہی پاک ذات ہے اس کی جس نے ”الفرقان“ اپنے ”عبد“ پر اتارا تاکہ وہ
تمام عالم کی ضلالتوں کے لئے ڈرانے والا ہو!

اسی طرح سورہ نجم میں فرمایا:

فَاَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ (۱۰:۵۳)

سورہ حدید میں فرمایا:

يُنزِلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ (۹:۵۷)

پس ان تمام مقامات میں آپ ﷺ کا اسم گرامی نہیں لیا، بلکہ اس کی جگہ صرف 'عبد' فرمایا۔ حالانکہ بعض دیگر انبیاء کے لئے اگر عبد کا لفظ فرمایا ہے تو اس کے ساتھ نام کی تصریح بھی کر دی ہے۔ سورہ مریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے فرمایا:

ذَكَرَ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا (۲:۱۹)

سورہ ص میں فرمایا:

وَإِذْ كُنَّا عَبْدًا لِّدَاوُدَ نِيزَاذْ كُنَّا عَبْدًا لِّأَيُّوبَ (۴۱:۱۷:۳۸)

خصوصیت و امتیاز

اس خصوصیت و امتیاز سے اسی حقیقت کو واضح کرنا مقصود الہی تھا کہ اس وجود گرامی ﷺ کی عبدیت اور بندگی اس درجہ آخری مرتبہ قصویٰ تک پہنچ چکی ہے، جو انسانیت کی انتہا ہے اور جس میں اور کوئی عبد اس عبد کامل ﷺ کا شریک و سہیم نہیں۔ پس عبدیت کا فرد کامل وہی ہے اور اس لئے بغیر اضافت و نسبت کے صرف 'عبد' کا لقب اس کی ناموں اور علموں کی طرح پہچان کروا دیتا ہے۔ کیونکہ تمام کائنات ہستی میں اس کا سا اور کوئی عبد نہیں! پس یہ وہ تھا کہ اس کی صفات الٰہیہ کا یہ حال ہے، اس کی انسانیت و عبدیت کی وحدت اس طرح فرمان فرمائے جمیع کائنات ہے، اس کی محبت و محبوبیت کا خود رب السموات والارض نے اعلان کیا اور اس کی رحمت کو اپنی ربوبیت کی طرح تمام عالمین پر محیط کر دیا، اس

کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفاتِ رافت و رحمت سے متصف فرمایا اور اگر اپنے آپ کو الرحمن الرحیم کہا تو اسے بھی بالموئین روف الرحیم قرار دیا۔ اس کو تمام قرآن حکیم میں کبھی بھی نام لے کر نہ پکارا، بلکہ کبھی صدائے عزت سے نوازا کہ:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ

اور کبھی طریقِ محبت سے پکارا کہ:

يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ

اس کے وجود کی عزت و عظمت کو اپنی عزت کی طرح اپنے بندوں پر فرض کر دیا اور جا بجا حکم دیا کہ:

وَتَعَزَّزُوهُ وَتُوقِّرُوهُ (۹:۴۸)

اس کی عزت کرو اور اس کی توقیر بجالاد

پھر وہ کہ اس کی محبوبیتوں اور عظمتوں کا یہ حال تھا کہ اس کا وجود مقدس و اطہر تو بڑی چیز ہے، وہ جس آبادی میں بسا اور جس شہر کی گلیوں میں چلا پھرا، اس کی عزت کو بھی خدائے زمین و آسمان نے تمام عالم میں نمایاں کیا۔

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ (۲-۱:۹۰)

ہم مکہ کی قسم کھاتے ہیں مگر اس لئے کہ تیرا وجود اس کی سرزمین میں رہا اور بسا ہے۔

وَمَنْ مَذْهَبِي حُبِّ الدِّيَارِ لَا هُلَا

وَلِلنَّاسِ فِيهَا يَعْشَقُونَ مَذَاهِبَ

پس جس کی قدوسیت و جبروتیت کا یہ مرتبہ ہو، اس کی یاد میں جتنی گھڑیاں بھی کٹ جائیں، اس کے عشق میں جتنے آنسو بھی بہ جائیں، اس کی محبت میں جتنی آہیں بھی نکل جائیں اور اس کی مدح و ثنا میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں، انسانیت کا حاصل، روح کی سعادت، دل کی طہارت، زندگی کی پاکی اور ربانیت والہیت کی بادشاہی ہے۔

و اللہ درماقال:

راہ تو بہر قدم کہ پویند خوش ست
وصل تو بہر سبب کہ جویند خوش ست!
روسے تو بہر دیدہ کہ بیند نکوست
نام تو بہر زبان کہ گویند خوش ست!

جشن حصول و ماتم ضیاع

لیکن جب کہ تم اس ماہ مبارک میں یہ سب کچھ کرتے ہو، اور اس ماہ کے واقعہ ولادت کی یاد میں خوشیاں مناتے ہو، تو اس کی مسرتوں کے اندر تمہیں کبھی اپنا وہ ماتم بھی یاد آتا ہے جس کے بغیر اب تمہاری خوشی نہیں ہو سکتی؟ کبھی تم نے اس حقیقت پر بھی غور کیا ہے کہ یہ کس کی پیدائش ہے جس کی یاد کے لئے تم سر و سامان جشن کرتے ہو؟ یہ کون تھا جس کی ولادت کے تذکرہ میں تمہارے لئے خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا عزیز پیام ہے؟

آہ! اگر اس مہینہ کی آمد تمہارے لئے جشن و مسرت کا پیام ہے، کیونکہ اسی مہینہ میں وہ آیا جس نے تم کو سب کچھ دیا تھا، تو میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کسی مہینے میں ماتم نہیں، کیونکہ اس مہینے میں پیدا ہونے والے نے جو کچھ ہمیں دیا تھا، وہ سب کچھ ہم نے کھو دیا۔ اس لئے اگر یہ ماہ ایک طرف بخشے والے کی یاد تازہ کرتا ہے، تو دوسری طرف کھونے والوں کے زخم کو بھی تازہ ہو جانا چاہیے:

ماخانہ رمیدگانِ ظلمیم

پیغام خوش از دیار مانعیت

مجلسیں روشن اور دل تاریک

تم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو، مگر تمہیں اپنے دل کی اجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کا فوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو، مگر اپنے دل کی اندھیاری کو دور کرنے کے لئے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈتے؟ تم پھولوں کے گلے سے سجاتے ہو، مگر آہ! تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے۔ تم گلاب کے چھینٹوں سے اپنے رومال و آستین کو معطر کرنا چاہتے ہو، مگر آہ! تمہاری غفلت، کہ تمہاری عظمتِ اسلامی کی عطر بیزی سے دنیا کی مشامِ روح یکسر محروم ہے! کاش تمہاری مجلسیں تاریک ہوتیں، تمہارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب و زینت کا ایک ذرا نصیب نہ ہوتا، تمہاری آنکھیں رات رات بھر مجلسِ آرائیوں میں نہ جاگتیں، تمہاری زبانوں سے ماہِ ربیع الاول کی ولادت کے لئے دنیا کچھ نہ سنتی، مگر تمہاری روح کی آبادی معمور ہوتی، تمہارے دل کی بستی نہ اجڑتی، تمہارا طالع خفتہ بیدار ہوتا اور تمہاری زبانوں سے نہیں مگر تمہارے اعمال کے اندر سے اسوۂ حسنہ نبوی ﷺ کی مدح و ثنا کے ترانے اُٹھتے:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ

(۴۶:۲۲)

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ، تو نہ مر جائے

کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

پھر آہ! وہ قوم اور صد آہ! اس قوم کی غفلت و نادانی، جس کے لئے ہر جشن و مسرت میں پیامِ ماتم ہے اور جس کی حیاتِ قومی کا ہر قہقہہ عیشِ فغاں حسرت ہو گیا ہے۔ مگر نہ تو ماضی کی عظمتوں میں اس کے لئے کوئی منظرِ عبرت ہے، نہ حال کے واقعات و حوادث میں کوئی پیامِ تنبیہ و ہوشیاری ہے اور نہ مستقبل کی تاریکیوں میں زندگی کی کسی روشنی کو اپنے سامنے رکھتی

ہے۔ اسے اپنی کامجویوں اور جشن و مسرت کی بزم آرائیوں سے مہلت نہیں، حالانکہ اس کے جشن و طرب کے ہر ورود میں ایک نہ ایک پیام ماتم و عبرت بھی رکھ دیا گیا ہے۔ بشرطیکہ آنکھیں دیکھیں، کان سنیں اور دل کی دانائی غفلت و سرشاری نے چھین نہ لی ہو:

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَ
هُوَ شَهِيدٌ (۳۷:۵۰)

ظہور و مقصدِ ظہور

ماہ ربیع الاول کی یاد میں ہمارے لئے جشن و مسرت کا پیام اس لئے تھا کہ اسی مہینے میں خدا کا وہ فرمانِ رحمت دنیا میں آیا، جس کے ظہور نے دنیا کی شقاوت و حرمانی کا موسم بدل دیا، ظلم و طغیان اور فساد و عصیان کی تاریکیاں مٹ گئیں، خدا اور اس کے بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ جڑ گیا، انسانی اخوت و مساوات کی یگانگت نے دشمنیوں اور کینوں کو نابود کر دیا اور کلمہ کفر و ضلالت کی جگہ کلمہ حق و عدالت کی بادشاہت کا اعلان عام ہوا:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ
تَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ (۱۶:۵-۱۷)

اللہ کی طرف سے تمہاری جانب ایک نورِ ہدایت اور کتابِ مبین آئی۔ اللہ اس کے ذریعے اپنی رضا چاہنے والوں کو سلامتی اور زندگی کی راہوں پر ہدایت کرتا اور ان کے آگے صراطِ مستقیم کو کھولتا ہے!

لیکن دنیا شقاوت و حرمانی کے درد سے پھر ڈکھیا ہو گئی، انسانی شر و فساد اور ظلم و طغیان کی تاریکی خدا کی روشنی پر غالب ہونے کے لئے پھیل گئی، سچائی اور راست بازی کی کھیتوں نے پامالی پائی اور انسانوں کے بے راہ گلہ کا کوئی رکھوالا نہ رہا۔ خدا کی وہ زمین جو صرف خدا ہی کے لئے تھی، غیروں کو دے دی گئی اور اس کے کلمہ حق و عدل کے نمگساروں اور ساتھیوں سے اس کی سطح خالی ہو گئی:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ آيِدِي
النَّاسِ (۴۱:۳۰)

زمین کی خشکی اور تری دونوں میں انسان کی پیدا کی ہوئی شرارتوں سے فساد پھیل
گیا اور زمین کی صلاح و فلاح غارت ہو گئی!

پھر آہ! تم اس کے آنے کی خوشیاں تو مناتے ہو، مگر اس کے ظہور کے مقصد سے
غافل ہو گئے ہو اور وہ جس غرض کے لئے آیا تھا، اس کے لئے تمہارے اندر کوئی ٹیس
اور چھین نہیں؟

یہ ماہ ربیع الاول اگر تمہارے لئے خوشیوں کی بہار ہے، تو صرف اس لئے کہ اسی
مہینے میں دنیا کی خزان ضلالت ختم ہوئی اور کلمہ حق کا موسم ربیع شروع ہوا۔ پھر اگر آج دنیا
کی عدالت سموم ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئی ہے، تو اے غفلت پرستو! تمہیں کیا ہو گیا
ہے کہ بہار کی خوشیوں کی رسم تو مناتے ہو، مگر خزاں کی پامالیوں پر نہیں روتے؟

آتشیں شریعت

اس موسم کی خوشیاں اس لئے تھیں کہ اسی میں اللہ کی عدالت کی وہ ”آتشیں
شریعت“ کوہ فاران پر نمودار ہوئی جس کی سعیر کی چوٹیوں پر صاحب تورات کو خبر دی گئی تھی
اور جو مظلومی کے آنسو بہانے، مسکینی کی آہیں نکالنے، ذلت و نامرادی سے ٹھکرائے جانے
کے لئے دنیا میں نہیں آئی تھی، بلکہ اس لئے آئی تھی کہ اعداء حق و عدالت ناکامی کے آنسو
بہائیں، دشمنان الہی مسکینی کے لئے چھوڑ دیئے جائیں، ضلالت و شقاوت، نامرادی و
ناکامی کی ذلت سے ٹھکرائی جائے اور سچائی و راستی کا عرش عظمت و جلال نصرت الہی کی
کامرائیوں اور اقبال و فیروزی کی فتح مندوں کے ساتھ تمام کائنات ارضی میں اپنی
جبروتیت و قدوسیت کا اعلان کرے۔ پس وہ اللہ کے ہاتھ کی چمکائی ہوئی ایک تلواری تھی، جس

کی ہیبت و قہاریت نے باطل پرستی کی تمام طاقتوں کو لرزادیا اور کلمہ حق کی بادشاہت اور دائمی فتح کی دنیا کو بشارت سنائی:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (۳۳:۹)

وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو دنیا کی سعادت کے قیام اور ضلالت کی مقہوریت کے لئے دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ تمام دینوں پر اسے غالب کر دے۔ پس اس کی حقانیت کی طاقت ہی آخر میں دائمی اور عام فتح پانے والی ہے۔ اگرچہ مشرکوں پر ایسا ہونا بہت ہی شاق گزرے۔

مراد کی بشارت اور کامیابی کی بہار

وہ ذلت کا زخم نہ تھا بلکہ نامرادی کا زخم لگانے والا ہاتھ تھا، وہ مظلومی کی تڑپ نہ تھی بلکہ ظلم کو تڑپانے والی شمشیر تھی، وہ مسکینی کی بے قراری نہ تھی، بلکہ دنیا کو بے قرار کرنے والوں نے اس سے بے قراری پائی، وہ درد و کرب کی کروٹ نہ تھی بلکہ درد و کرب میں مبتلا کرنے والوں کو اس سے بے چینی کا بستر ملا۔ وہ جو کچھ لایا اس میں غمگینی کی چیخ نہ تھی، ماتم کی آہ نہ تھی، ناتوانی کی بے بسی نہ تھی اور حسرت و مایوسی کا آنسو نہ تھا، بلکہ یکسر شادمانی کا غلغلہ تھا۔ جس مراد کی بشارت تھی، کامیابی و عیش فرمائی کی بہار تھی، طاقت اور فرمان روائی کا اقبال تھا، امید اور یقین کا خندہ عیش تھا، زندگی اور فیروز مندی کا پیکر و تمثال تھا، فتح مندی کی ہیبت تھی اور نصرت و کامرانی کی دائمی:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ
الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَابْشُرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي
كُنْتُمْ تُوعَدُونَ . نَحْنُ أَوْلِيَاءُ كُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

وَالْآخِرَةَ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا
تَدْعُونَ ﴿٤١﴾ (۳۰:۳۱-۳۱)

اللہ کے وہ صالح بندے جنہوں نے دنیا کی تمام طاقتوں سے کٹ کر کہا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں، پھر ساتھ ہی اس پر جم گئے اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنی خدا پرستی کو قائم کیا، سو یہ وہ لوگ ہیں کہ کامرانی و فتح مندی کے لئے خدا نے ان کو چین لیا ہے۔ وہ اپنے ملائکہ نصرت کو ان پر بھیجتا ہے۔

جو ہر دم پیام شادمانی و کامیابی پہنچاتے ہیں کہ نہ تو تمہارے لئے خوف ہے اور نہ کسی طرح کی غمگینی۔ دنیا کی زندگی میں بھی تم خدا کی نصرت و حمایت سے فتح مند و کامیاب ہو گئے اور آخرت میں بھی خدا کی مہربانیوں سے بامراد۔ اللہ کی تمام نعمتیں صرف تمہارے ہی لئے ہیں، تم جو نعمت چاہو گے تمہیں ملے گی اور جس چیز کو پکارو گے پاؤ گے۔

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا

کیونکہ وہ جو ربیع الاول میں آیا، اس نے کہا کہ غم اور نا کامی ان کے لئے ہونی چاہیے جن کے پاس کامیابی اور نصرت بخشنے والے کا رشتہ نہیں ہے، مگر وہ جنہوں نے تمام انسانی اور دنیاوی طاقتوں سے سرکشی کر کے صرف خدا کی قدوس طاقت کے ساتھ وفاداری کی اور اس ذات کو اپنا دوست بنا لیا، جو ساری خوشیوں کا دینے والا اور تمام کامیابیوں کا سرچشمہ ہے، تو وہ کیونکر غمگینی پاسکتے ہیں اور خدا کے دوستوں کے ساتھ اس کی زمین میں کون ہے جو دشمنی کر سکتا ہے؟

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ (۱۱:۴۷)

اس لئے کہ اللہ مومنوں کا دوست اور حامی ہے، مگر کافروں کا نہیں جنہوں نے اس سے انکار کیا۔

جن پاک روحوں نے خدا کی سچائی اور کلمہ حق و عدل کی خدمت گزاری کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا، وہ کسی سے نہیں ڈر سکتے۔ البتہ ان کی ہیبت اور قہاریت سے دنیا کو ڈرنا چاہیے:

فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۱۷۵:۳)

دشمنانِ حق کی شیطانی ہیبتوں سے نہ ڈرو، اللہ سے ڈرو اگر فی الحقیقت تم مومن ہو۔

خدا پر ایمان اور انسان کا خوف

دنیا میں متضاد سے متضاد اجزاء جمع ہو سکتے ہیں۔ آگ اور پانی ممکن ہے کہ ایک جگہ جمع ہو جائیں، شیر اور بکری ہو سکتا ہے کہ ایک گھاٹ سے پانی پی لیں، لیکن خدا کا ”ایمان“ اور ”انسان کا خوف“ یہ دو چیزیں ایسی متضاد ہیں جو کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں اور اگر ایک بد بخت، ایمانِ الہی کا دعویٰ کر کے انسان کے ڈر سے بھی کانپ رہا ہے، تو تم اسے ان کنکروں اور پتھروں کی طرح ٹھکرا دو جو انسان کی راہ میں لڑھک کر آ جاتے ہیں، تاکہ دوڑنے والوں کے لئے ٹھوکر بنیں، کیونکہ وہ ایمان کے یقین سے محروم ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزِنُوا وَأَنْتُمْ الْآغْلُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

(۱۳۹:۳)

نہ ہراساں ہو اور نہ غمگین ہو، تمہی سب پر غالب آنے والے ہو، اگر تم سچے مومن ہو۔

إِنَّا أَوْلِيَاءُ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزِنُونَ

(۶۲:۱۰)

یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ کے دوست اور اس کے چاہنے والے ہیں، ان کے لئے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ کبھی وہ غمگین ہوں گے۔

استبدالِ نعمت

لیکن آج جب کہ تم عیدِ میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے ہو، تو تمہارا کیا حال ہے؟ وہ تمہاری دولت کہاں ہے جو تمہیں دی گئی تھی؟ وہ تمہاری نعمتِ کامرانی کدھر گئی جو تمہیں سوچی گئی تھی؟ وہ تمہاری روحِ حیات کیوں تمہیں چھوڑ کر چلی گئی، جو تم میں پھونکی گئی تھی؟ آہ! تمہارا خدا تم سے کیوں روٹھ گیا؟ اور تمہارے آقا نے کیوں تم کو صرف اپنی ہی غلامی کے لئے نہ رکھا؟ کیا ربیع الاول کے آنے والے نے خدا کا یہ وعدہ نہیں پہنچایا تھا کہ عزت صرف تمہارے ہی لئے ہے؟ اور اس دولت کا اب زمین پر تمہارے سوا کوئی وارث نہیں؟

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ

(۸:۶۳)

عزت اللہ کے لئے ہے، اس کے رسول کیلئے اور مومنوں کے لئے، لیکن جن کے دل نفاق سے کھوئے گئے وہ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

پھر یہ کیا انقلاب ہے کہ تم ذلت کے لئے چھوڑ دیئے گئے ہو اور عزت نے تم سے

منہ چھپا لیا ہے؟ کیا خدا کا وعدہ نصرت تم تک نہیں پہنچایا گیا تھا کہ:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (۴۷:۳۰)

مسلمانوں کو نصرت اور فتح دینا ہمارے لئے ضروری ہے۔ یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ ہم غیروں کو فتح یاب کریں اور مومن ناکام رہ جائیں۔

غفلت و بد عملی

پھر یہ کیوں ہے کہ تم نے کامیابی نہ پائی اور کام و مراد نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا؟ کیا

خدا کا وعدہ سچا نہ تھا؟ اور کیا وہ اپنے قول کا پکا نہیں؟ تم جو انسانوں کے وعدوں پر ایمان رکھتے

اور ان کے حکموں کے آگے گرنا جانتے ہو، خدا کے وعدہ لا ینخلف المیعاد کے لئے اپنے اندر ایمان کی کوئی صدا نہیں پاتے؟ آہ! نہ تو اس کا وعدہ جھوٹا تھا اور نہ اس نے اپنا رشتہ توڑا، مگر تم ہی ہو، تمہاری ہی محرومی و بے وفائی ہے، تمہارے ہی ایمان کی موت اور راستی کی حرمانی ہے، جس نے اپنے پیمانِ وفا کو توڑا اور خدا کے مقدس رشتہ کی عزت کو اپنی غفلت و بد اعمالی اور غیروں کی پرستش و بندگی سے بٹھ لگایا:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى
يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (۵۳:۸)

وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلّٰمٍ لِّلْعٰبِدِ (۱۰:۲۲)

اس لئے کہ خدا کبھی کسی قوم کی نعمت کو محرومی سے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود ہی اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کر دے اور وہ اپنے بندوں کے لئے ظالم نہیں ہے کہ ان کو بغیر جرم کے سزا دے۔

خدا اب بھی غیروں کے لئے نہیں بلکہ صرف تمہارے ہی لئے ہے، بشرطیکہ تم بھی

غیروں کے لئے نہیں بلکہ صرف خدا ہی کے لئے ہو جاؤ:

اِنْ تَنْصُرُوْا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (۷:۴۷)

اگر تم خدا کے کلمہ حق کی مدد کرو گے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے اندر ثابت قدمی اور مضبوطی پیدا کر دے گا۔

یادگار حریت

تم ربیع الاول میں آنے والے کی یاد اور محبت کا دعویٰ رکھتے ہو اور مجلسیں منعقد کر کے اس کی مدح و ثناء کی صدا میں بلند کرتے ہو، لیکن تمہیں کبھی بھی یہ یاد نہیں آتا کہ جس کی یاد کا تمہاری زبان دعویٰ کرتی ہے، اس کی فراموشی کے لئے تمہارا ہر عمل گواہ ہے؟ اور جس

کی مدح و ثناء میں تمہاری صدائیں زمزمہ سرا ہوتی ہیں، اس کی عزت کو تمہارا وجود بٹہ لگا رہا ہے؟ وہ دنیا میں اس لئے آیا تھا کہ انسانوں کو انسانی بندگی سے ہٹا کر صرف اللہ کی عبودیت کی صراطِ مستقیم پر چلائے اور غلامی کی ان تمام زنجیروں سے ہمیشہ کے لئے نجات دلا دئے جن کے بڑے بڑے بوجھل حلقے انہوں نے اپنے پاؤں میں ڈال لئے تھے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ
(۱۵۷:۷)

پیغمبر اسلام کے ظہور کا مقصد یہ ہے کہ گرفتاریوں اور بندشوں سے انسان کو نجات دلائے اور غلامی کے جو طوق انہوں نے اپنی گردنوں میں پہن رکھے ہیں ان کے بوجھ سے انہیں رہائی بخشے۔

صرف خدا کی اطاعت

اس نے کہا کہ اطاعت صرف ایک ہی کی ہے اور حکم و فرمان صرف ایک ہی کے لئے

سزاوار ہے:

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ (۴۰:۱۲)

حکم و طاقت کسی کے لئے نہیں ہے مگر صرف اللہ کے لیے!

اس نے سب سے پہلے انسان کو اس کی چھنی ہوئی آزادی و حریت واپس دلائی اور کہا کہ مومن نہ تو بادشاہوں کی غلامی کے لئے ہے، نہ کاہنوں کی اطاعت کے لئے، نہ کسی اور انسانی طاقت کے آگے جھکنے کے لئے، بلکہ اس کے سر کے لئے ایک ہی چوکھٹ، اس کے دل کے لئے ایک ہی عشق، اس کے پاؤں کے لئے ایک ہی زنجیر اور اس کی گردن کے لئے ایک ہی طوق اطاعت ہے۔ وہ جھکتا ہے تو اس کے آگے، روتا ہے تو اسی کے لئے، اعتماد کرتا ہے تو اسی کی ذات پر، ڈرتا اور لرزتا ہے تو اسی کی ہیبت سے، امید کرتا ہے تو اسی کی رحمت پر۔ وہ مشرک نہیں

ہے کہ خدا کی طرح انسانوں کو بھی ہیبت اور قہاریت کی صفت بخشے:

أَرْيَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرًا مِّنِ اللَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ
دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَأَبَاءُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ
سُلْطَانٍ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ
الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۴۰-۳۹:۱۲)

پرستش اور غلامی کے لئے کئی اک معبود بنا لینا اچھا ہے یا ایک ہی خدائے واحد و
قہار کا ہو رہنا؟ یہ جو تم نے اپنی بندگی کے لئے بہت سی چوکھٹیں بنا رکھی ہیں، تو
بتلاؤ؟ ان کی ہستی بجز اس کے کیا ہے کہ چند وہم ساز نام ہیں جو تم نے اور
تمہارے بڑوں نے اپنی گمراہی سے گھڑ لئے اور مدت کی ضلالت و رسم پرستی نے
ان کے اندر مصنوعی ہیبت و مرعوبیت پیدا کر دی ہے۔

حالانکہ خدا نے نہ تو ان کے اندر کوئی طاقت رکھی اور نہ ان کی معبودیت و محبوبیت کے لئے
کوئی حکم اتارا۔ یقین کرو کہ تمہاری غلامی کے یہ تمام مصنوعی بت کچھ بھی نہیں ہیں، حکم و
سلطانی دنیا میں نہیں ہے، مگر صرف اللہ کے لئے، اس نے حکم دیا ہے کہ پرستش نہ کرو مگر صرف
اسی کی۔ یہی انسان کی فطرتِ صالحہ کی راہ ہے اور اس لئے یہی دینِ قیّم ہے۔

ایک سبق آموز مثال

اور دیکھو کہ اس نے انسان کی حریتِ صادقہ اور آزادیِ حق کو کس طرح مثالوں کی

دانائی میں سمجھایا:

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَمَنْ
رَزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا هَلْ
يَسْتَوُونَ (۷۵:۱۶)

اللہ ایک مثال دیتا ہے، یوں فرض کرو کہ ایک شخص ہے جو کسی دوسرے انسان کا غلام ہے۔ خود اسے کوئی اختیار حاصل نہیں۔ وہ اپنی کسی چیز پر باوجود یہ کہ اسی کی ہے، کچھ قدرت نہیں رکھتا اور صرف اپنے آقا کے حکموں کا بندہ ہے۔

مگر اسکے مقابلہ میں ایک دوسرا آزاد خود مختار انسان ہے جس پر کسی انسان کی حکومت نہیں، اسے اپنی ہر چیز پر قدرت و اختیار حاصل ہے اور جو کچھ خدا نے دیا ہے، وہ اسے ظاہر و پوشیدہ، جس طرح چاہتا ہے، بے دھڑک خرچ کرتا ہے، تو کیا یہ دونوں آدمی ایک ہی طرح کے ہوئے؟ کیا دونوں کی حالت میں کوئی فرق نہیں؟ اگر فرق ہے تو پھر وہ کہ جس کا مالک صرف خدا ہی ہے اور وہ کہ اس کے گلے میں انسانوں کی اطاعت کے طوق پڑے ہوئے ہیں، دونوں ایک طرح کے کیسے ہو سکتے ہیں؟

اصل خوشی

پس اگر ربیع الاول کا مہینہ دنیا کے لئے خوشی و مسرت کا مہینہ تھا، تو صرف اس لئے کہ اسی مہینے میں دنیا کا وہ سب سے بڑا انسان آیا جس نے مسلمانوں کو ان کی سب سے بڑی نعمت یعنی ”خدا کی بندگی اور انسانوں کی آقائی“ عطا فرمائی اور اس کو اللہ کی خلافت و نیابت کا لقب دے کر خدا کی ایک پاک و محترم امانت ٹھہرایا۔ پس ربیع الاول انسانی حریت کی پیدائش کا مہینہ ہے، غلامی کی موت اور ہلاکت کی یادگار ہے، خلافتِ الہی کی بخشش کا اولین یوم ہے، وراثتِ ارضی کی تقسیم کا اولین اعلان ہے۔ اسی ماہ میں کلمہ حق و عدل زندہ ہوا اور اسی میں کلمہ ظلم و فساد اور کفر و ضلالت کی لعنت سے خدا کی زمین کو نجات ملی۔

تم کیا ہو؟

لیکن آہ! تم کہ اس ماہِ حریت کے ورود سے خوشیاں مناتے ہو اور اس کے لئے ایسی تیاریاں کرتے ہو، گویا وہ تمہارے ہی لئے اور تمہاری ہی خوشیوں کے لئے آیا ہے، خدا را

مجھے بتلاؤ کہ تم کو اس پاک اور مقدس یادگار کی خوشی منانے کا کیا حق ہے؟ کیا موت اور ہلاکی کو اس کا حق پہنچتا ہے کہ زندگی اور روح کا اپنے کو ساتھی بنائے؟ کیا ایک مردہ لاش پر دنیا کی عقلیں نہ ہنسیں گی اور وہ زندوں کی طرح زندگی کو یاد کرے گی؟ ہاں یہ سچ ہے کہ آفتاب کی روشنی کے اندر دنیا کے لئے بڑی ہی خوشی ہے، لیکن ایک اندھے کو کب زیب دیتا ہے کہ وہ آفتاب کے نکلنے پر آنکھوں والوں کی طرح خوشیاں منائے؟

پھر تم بتلاؤ کہ تم کون ہو؟ تم غلاموں کا ایک گلہ ہو جس نے اپنے نفس کی غلامی، اپنی خواہشوں کی غلامی، ماسوائے اللہ رشتوں کی غلامی اور غیر الہی طاقتوں کی غلامی کی زنجیروں سے اپنی گردن کو چھپا دیا ہے۔ تم پتھروں کا ایک ڈھیر ہو، جو نہ تو خود جل ہو سکتا ہے اور نہ اس میں جان و روح ہے، البتہ چور چور ہو سکتا ہے اور ایک دوسرے پر پڑکا جاسکتا ہے۔ تم غبارِ راہ کی ایک مشت ہو، جس کو ہوا اڑالے جائے تو اڑ سکتی ہے ورنہ وہ خود صرف اس لئے ہے تاکہ ٹھوکروں سے روندی جائے اور جولانِ قدم سے پامال کی جائے:

فيا للرزية ويا للمصيبة!

گل گوئی عارض ہے نہ ہے رنگِ حنا تو
اے خوں شدہ دل، تو تو کسی کام نہ آیا!

غفلت و بے خبری کی انتہا

پھر اے غفلت کی ہستیو، اور اے بے خبری کی سرگشتہ خوابِ روحو! تم کس منہ سے اس کی پیدائش کی خوشیاں مناتے ہو جو حریتِ انسانی کی بخشش، حیاتِ روحی و معنوی کے عطیہ اور کامرانی و فیروز مندی کی خسروی و ملوکی کے لئے آیا تھا؟ اللہ اللہ غفلت کی نیرنگی اور انقلاب کی بوقلمونی! ماسوائے اللہ کی عبودیت کی زنجیریں پاؤں میں ہیں، انسانوں کی مملوکیت و مرغوبیت کے حلقے گردنوں میں، ایمان باللہ کے ثبات سے دل خالی اور اعمالِ حقہ

وحسنہ کی روشنی سے روح محروم! ان سامانوں اور تیاریوں کے ساتھ تم مستعد ہوئے ہو کہ ربیع الاول کے آنے والے کی یاد کا جشن مناؤ، جس کا آنا خدا کی عبودیت کی فتح، غیر الہی عبودیت کی ہلاکت، حریت صادقہ کا اعلانِ حق، عدالتِ حقہ کی ملوکیت کی بشارت اور امتِ عادلہ و قائمہ کے تمکن و قیام کی بنیاد تھا:

فَمَا لِي هُوَ لَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَا دُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا (۷۸:۴)

یادگار منانے کا استحقاق

پس اے غفلت شعارانِ ملت! تمہاری غفلت پر صد فغاں و حسرت اور تمہاری سرشاریوں پر صد ہزار نالہ و بکا، اگر تم اس ماہ مبارک کی اصلی عظمت و حقیقت سے بے خبر رہو اور صرف زبانوں کے ترانوں، درودیوار کی آرائشوں اور روشنی کی قندیلوں ہی میں اس کے مقصد و یادگاری کو گم کر دو تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ماہ مبارک امتِ مسلمہ کی بنیاد کا پہلا دن ہے، خداوندی بادشاہت کے قیام کا اولین اعلان ہے، خلافتِ ارضی و وراثتِ الہی کی بخشش کا سب سے پہلا مہینہ ہے۔ پس اس کے آنے کی خوشی اور اس کے تذکرہ و یاد کی لذت ہر اُس شخص کی روح پر حرام ہے جو اپنے ایمان اور عمل کے اندر اس پیغامِ الہی کی تعمیل و اطاعت اور اس اسوۂ حسنہ کی پیروی و تاسی کے لیے کوئی نمونہ نہیں رکھتا:

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ
أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْوَالِدُونَ (۱۷:۳۹-۱۸)

(۱۷:۳۹-۱۸)

ماہ ربیع الاول کا اختتام

اور واقعہ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ، لِيُظْهِرَهُ
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ!

تاریخ نوع عالم کی عظیم ہستیاں اور داعی لا الہ الا اللہ کی عظمت!
دنیا، عہد قدیم سے عظیم انسانوں کی عظمت پر ایمان لائے ہوئے ہے۔ اپنے خیال
کے مطابق مظاہر عظمت کی گونا گوں عبادتیں کرتی ہے، لیکن مظاہر عظمت کا تخیل حد درجہ
متبائن ہے۔ ایک تخیل دوسرے تخیل سے مشابہت نہیں رکھتا۔ ہر فرد اور ہر گروہ اپنا اپنا ذوق
اور اپنی اپنی نظر رکھتا ہے:

وَكُلُّ جَزْبٍ بِهَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ!

حکمرانی و فرمانروائی میں عظمت ہے۔ بادشاہ و حکام اُس پر ایمان لائے ہیں۔
حریص اور طماع اُس کی عبادت کرتے ہیں!

مال و دولت میں عظمت ہے۔ دولت مند اُن پر ایمان رکھتے ہیں۔ دل و دماغ کے
ساقط اُس کی پرستش کرتے ہیں!

اہل علم و حکمت کی بھی ایک عظمت ہے اور اُس کے تجاری بھی موجود ہیں!
حُسن میں بھی عظمت ہے اور اُس کے پرستاروں کی بھی کمی نہیں!

طاقت جسمانی میں بھی عظمت ہے۔ عظیم قد و قامت کے انسانوں کے سامنے

ہمیشہ انسانوں کا سر جھک گیا ہے!

اسی طرح ہر فن اور ہر صنعت میں عظمت ہے اور اپنے معتقد اور پرستار رکھتی ہے۔

شاید کوئی بھی اُس مبہم اور مضطرب مفہوم کی تحدید نہیں کر سکتا جس کا نام لوگوں نے

”عظمت“ رکھ چھوڑا ہے۔ لیکن اس پر بھی وہ زمانہ قدیم سے دنیا کے لئے ایک بڑا فتنہ بنا رہا

ہے۔ ہر شخص اُسے غرض و غایت قرار دیتا ہے۔ اُس کے لیے جدوجہد کرتا ہے، اُسے

انسانوں کے مراتب تو لے کر میزبان سمجھتا ہے۔

اگر عظمت کا فتنہ اور عظماء کی عبادت موجود نہ ہوتی تو انبیائے کرام کے ذکر پر کسی

کے لئے رونا نہ ہوتا کہ انہیں عظیم قرار دینے کی بحث کرے۔ اس لئے کہ انبیاء و رسل

علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ انسانی عظمت کی عام صفوں

میں ان کی جگہ ڈھونڈی جائے۔ یہ صفیں جسمانی کبریائی کے دھوکوں اور ماڈی بڑائیوں کی

ضلالت اندیشیوں سے اس درجہ پست ہو چکی ہیں کہ انسانیت اعلیٰ کے مظاہرِ علو و رفعت کے

لیے ان کی طرف نظر بھی نہیں اٹھائی جاسکتی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام رفعت اور بھی بلند ہے۔ اس ذاتِ اعظم و اکمل صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس کے سوا کچھ قبول ہی نہیں کیا کہ تمام انسان کنگھی کے دانٹوں کی طرح بالکل برابر

ہو جائیں۔ نہ عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز ہو۔ اس نے کہہ دیا، سب آدمی ہم

رتبہ ہیں، سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ اُس نے قبول نہیں کیا کہ انسان میں دو

قسمتیں ہوں: عظیم اور غیر عظیم۔ اُس کی نظر میں خوش حال اور بد حال، فقیر اور بادشاہ، سب

برابر درجہ کے آدمی تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس ارضی عظمت پر ایمان نہیں رکھتے تھے جس کے فتنہ نے دنیا کو

مفتوں بنا رکھا ہے۔ یہ عظمت، درحقیقت بلند نفسوں کے لئے ذلت اور رب العالمین کی

جناب میں شرک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عظماء کی پرستش کے لئے نہیں آئے تھے اگرچہ ساری دُنیا نے اُن کی پوجا کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی ساخت کی یہ عظمت کسی انسان کے لئے بھی تسلیم نہیں کی اور نہ اپنی ذات ہی کے لئے پسند کی، حالانکہ وہ اُن کے اختیار میں تھی۔ یہ عظمت اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ سرنگوں سامنے آئی۔ اُن کے قدموں پر لوٹی، مگر انہوں نے اُس سے منہ پھیر لیا اور اُس میں ذرا بھی رغبت ظاہر نہ کی۔ خدا نے اختیار دیا کہ عبدیت کے ساتھ نبی ہوں، یا بادشاہت کے ساتھ نبوت لیں۔ زمین کے خزانوں کی کنجیاں سامنے ڈال دی گئیں تاج و تخت کی ساری شوکتیں جمع کر دی گئیں۔ مگر انہوں نے عبدیت پسند کی اور غربت اختیار کی۔ اُن کی روح مقدس و مطہر کی خوشی اسی میں تھی کہ فقیری میں زندہ رہیں، فقیری میں دُنیا سے جائیں، فقیروں ہی کے زمرے میں اُٹھائے جائیں:

درا دوتہ الجبال اشم من ذہب

عن نفسہ فارا ہا ایما شمم!

جو لوگ بادشاہت اور اس کی عظمت کے پجاری ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بادشاہ تھے، نہ انہوں نے بادشاہ ہونا گوارا کیا۔ اگر لامحالہ انہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) بادشاہ ہی قرار دے دیا جائے، تو اُن کی بادشاہت کیا تھی؟ زیادہ سے زیادہ ایک سنگلاخ جزیرہ۔ جزیرۃ العرب! قیصر کی قیصریت اور کسریٰ کی کسرویت کے مقابلے میں اس جزیرہ کی بادشاہی کوئی بڑی بادشاہی نہیں ہو سکتی۔

جو لوگ مال و جاہ دُنیوی کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہیں، وہ دیکھ سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مال و دولت سے تہی دست تھے۔ اُن کی دولتوں کا خزانہ، اُن کا فقر و فاقہ تھا! جو لوگ دنیا کے عظیم سپہ سالاروں اور فاتحوں کے جاہ و جلال کے لئے نگاہِ ادب اور دلِ عظمت سرار رکھتے ہیں، انہیں مایوس ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی

جنگی فتح مکہ کی فتح تھی جو اُس عہد میں بھی دُنیا کا ایک گمنام اور حقیر قریب تھا!

جو لوگ دُنیا کے فلاسفہ، حکما اور موجدین کی عظمتوں کے آشنا اور اُن کی رفعتوں کے پرستار ہیں، اُن کے لئے یہ خبر نئی خبر نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُسی تھے۔ دُنیا کا صنای لکھنا پڑھنا نہ تو انہوں نے سیکھا تھا اور نہ کسی نے انہیں سکھانے کی جرات کی تھی۔

کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی مادی یادگار چھوڑی جو مصر کے اہرام کی سی عظمت رکھتی ہو؟ کوئی شہر بنایا جس کی عظمت قسطنطنیہ کے برابر ہو؟ تم نے اُن کی تعریفیں، سنگی لائوں پر کہیں کندہ دیکھیں؟ کوئی ایک شہر بھی اُن کے نام پر آباد کیا گیا؟ کوئی ایک سڑک بھی اُن کے نام پر بنائی گئی؟ اسکندر کے نام پر اسکندریہ اور قسطنطنین کے نام سے قسطنطنیہ آباد ہوا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایک بالشت زمین بھی پکاری نہیں گئی!

ہرگز نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خیالی اور فانی عظمتیں رکھنے والوں میں سے نہ تھے۔ اُن کی تاریخ لکھنے والوں کو اُن کی عظمت ان حقیر مظاہرِ عظمت میں تلاش نہیں کرنی چاہیے اگرچہ دُنیا انہی مظاہر پر مرثی ہے۔

جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا جو یا ہے، اُسے اُن کی عظمت صرف ایک کلمہ میں مل سکتی ہے جو وہ لائے تھے۔ اُسی کلمہ میں اُن کی پوری عظمت قائم ہے۔ اُسی کلمہ کے دس بارہ حرفوں کے اندر ان کی عظمت باقی و سرمد، اُمٹ اور اٹل ہے۔

وہ کلمہ کیا ہے؟

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ!

مال و دولت کی عظمت، جاہ و عزت کی عظمت، حکومت و سلطنت کی عظمت، علوم و فنون کی عظمت، ہر طرح اور ہر نوع کے دنیاوی اعزاز کی عظمت، ان میں سے کوئی عظمت بھی بلکہ یہ تمام عظمتیں مل کر بھی اُس عظمت کو نہیں پہنچ سکتیں، جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ میں پنہاں ہے!

دنیا کے تمام قارون، تمام سکندر، تمام ارسطو، دنیا کے تمام بادشاہ، تمام فلاسفہ، کیا وقعت رکھتے ہیں، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ذکر کیا جائے؟ یہ ایک کلمہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں جملہ عظمتوں سے بڑھ کر عظیم تھا۔ اُس کی عظمت کے آگے دنیا اور دُنیا کے تمام مزخرفات و تمتعات ہیچ تھے!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس دُنیا میں آئے اور یہ کلمہ اُس سامنے پیش کیا۔ مگر دنیا اُس کی قدر نہ جان سکی۔ صرف ایک کلمہ تھا۔ لیکن وہ ایک ہی کلمہ، دنیا سے ٹکرایا اور اُس میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ اُس وقت کے انسانی آداب و عادات اُس کے متحمل نہ ہوئے۔ لہذا آداب و عادات کے پرستار اُس سے لڑنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ادہام و خرافات نے اُسے قبول نہ کیا۔ لہذا ادہام و خرافات کے پجاری اُس سے دست بگریاں ہو گئے۔ ظلم و استبداد کی طبیعت نے اُس سے کراہت کی، لہذا ظلم و استبداد کے طاغوت اپنی جملہ قوتیں لے کر اُس پر دوڑ پڑے!

صرف یہی ایک کلمہ تھا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی۔ اُس کی قوت سے بادشاہوں کے جتھوں، دولت مندوں کے جتھوں، عوام و خواص کے جتھوں..... تمام انسانوں کے جتھوں سے جنگ کی!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے چلے گئے۔ لیکن اُن کا کلمہ دنیا میں باقی رہ گیا اور دُنیا میں اپنی ناممکن التحیر قوتِ قاہرہ سے اپنا راستہ بنا تا رہا! وہ اب بھی باقی ہے۔ اب بھی گام زن ہے۔ اب بھی مستعدِ مقابلہ ہے۔ اب بھی جنگ سے منہ موڑنے والا نہیں۔ مگر کیسی جنگ؟ ایسی جنگ، جس میں اُسے آج تک کبھی شکست نہیں ہوئی! جسم و آلات کی جنگ نہیں حقیقت و معنی کی جنگ! خون کی آرزو مند جنگ نہیں، زندگی کی کار فرما جنگ!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، دو حالتوں سے خالی نہیں: یا تو اُن کا یہ کلمہ حق ہو گا یا باطل ہو گا۔

اگر یہ کلمہ باطل ہے۔ حالانکہ وہ باطل نہیں ہے۔ تو عالم وجود سے اسی طرح محو ہو جائے گا جس طرح تمام باطل کلمے اور غلط نظریے محو ہو گئے۔ علمِ حق اور عقلِ صادق کی روشنیوں کے سامنے سے اسی طرح غائب ہو جائے گا، جس طرح طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی ظلمتِ شب کا فوراً ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر وہ حق ہے..... حالانکہ وہ حق ہی ہے۔ تو علم و عقلِ حق کے انوار اُس کے لئے اس دنیا میں اور بھی زیادہ کشادہ راستے کھول دیں گے۔ تاکہ وہ تمام جہان پر چھا جائے۔ مشرق و مغرب پر قبضہ کر لے۔ تمام دلوں میں اتر جائے۔ کالے، گورے، عرب، عجم، عالم، جاہل، امراء، فقراء سب اُس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں!

وہ دن ضرور آنے والا ہے جب صرف علمِ حق ہی کی سلطنت ہوگی جاہلوں کی جہالت، معصوبوں کا تعصب، وہم پرستوں کے ادہام، مدعیانِ علمِ باطل کے ظنون، سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ وہ دن ضرور آنے والا ہے جب ایک عقلِ صادق و حقیقت اندیش ہی کی حکومت ہوگی۔ عقلِ انسانی تمام بندشوں سے آزاد ہو جائے گی، اُس کا پر جلالِ تحت، علمِ حق کی روشنی میں بچھے گا۔ اُس دن حق، باطل سے الگ ہو جائے گا۔ طیب اور خبیث میں اشتباہ باقی نہیں رہے گا، صرف وہی تعلیمِ انسانیت کے سامنے آنے کی جرأت کر سکے گی جو کارساز فطرت کی حقیقی اور بے میل تعلیم ہوگی!

حق و باطل کا فیصلہ نہ صلیبیوں کی تلواریں کر سکیں نہ مجاہدین کی شمشیریں۔ حق و باطل کا فیصلہ نہ پادریوں کے کارخانوں سے ہو سکتا ہے، نہ پیشوایانِ دین کے خود ساختہ دعووں اور مرعوب گن دلیلوں سے۔ نام و نہاد علم و دانش کی روشن خیالیاں اور مقدس جمودِ تقلید کی راسخ الاعتقادات یہ تمام چیزیں، کبر کے نمود سے زیادہ نہیں ہیں۔ جو علمِ حق کے نور کے دکتے ہی فنا ہو جائے گا۔ بلکہ یہ محض ایک غوغا ہے۔ جو علمِ حق کا مہیب نعرہ بلند ہوتے ہی سکونِ موت

میں تبدیل ہو جائے گا۔ اُس وقت عقل صادق کا سلطانِ عظیم، نورانی تاجِ علم سر پر رکھے حریت کے پرچم اُڑاتا جلالِ ربانی کے ساتھ نمودار ہوگا اور جہل و ظلمت کے تمام بُت سرنگوں ہو جائیں گے!

کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی کاہل فتح مندی میں صرف اتنی ہی دیر باقی ہے کہ علم و عقل کے بندھن ٹوٹیں اور یہ دونوں جبروتی قوتیں جہل و غرور کی چٹانیں پاش پاش کر کے پھینک دیں۔

ہاں، صرف اتنی ہی دیر باقی ہے۔ کیونکہ دنیا کی آنکھوں پر اس وقت تک جہل و وہم کے کثیف پردے پڑے ہوئے ہیں۔

ہاں، وہ مبارک دن ضرور آنے والا ہے جب تنہا علم و عقلِ حق کی فرمانروائی ہو جائے گی۔ علم و عقلِ حق کی آواز کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دے گی۔ اُس دن صرف اسی دنِ خدا حق و باطل میں فیصلہ کرے گا۔ طیب کو خبیث سے الگ کر دے گا۔ سچائی کا بول بالا ہوگا۔ منکروں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اُس دن کلمہ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ زمین کی خشکیوں اور تریوں پر سر بلند چلے گا۔ فتح کا نشان اُس کے آگے ہوگا۔ ایک طرف اُس کا عرشِ علم کے کاندھے پر ہوگا، دوسری طرف سے عقل دوش بردار ہوگی۔ اُس دن سارا جہان بانگِ دہل شہادت دے گا: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ!"

ہر عظمت زائل ہو جانے والی ہے۔ ہر عظیم ہلاکت کی تاریکیوں میں گم ہو جانے والا ہے۔ مگر کلمہ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ وہی اس جہانِ فانی کی تہا ابدیت ہے۔ وہ نہ تو کبھی زائل ہوگا نہ کبھی ہلاک ہوگا۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کی بنیاد حق ہے، لہذا اُس میں حق کی قوت اور ثبات ہے۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کا ستون الوہیت ہے، لہذا اُسے الوہیت کا خلود و ابدیت حاصل ہے۔ زمین بدل جائے گی۔ آسمان بدل جائے

گا۔ نظام کون بدل جائے گا۔ تمام ایجادیں فراموش ہو جائیں گی۔ تمام قوتیں نابود ہو جائیں گی۔ تمام فلسفے مٹ جائیں گے۔ تمام دانائیاں غائب ہو جائیں گی۔ صرف ایک رب ذوالجلال والاکرام کی ذات باقی رہ جائے گی۔ اُس کی ابدیت باقی رہ جائے گی۔ اور اس لئے: کَلِمَةُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بھی باقی رہ جائے گا! اُس دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پورا ہو جائے گا۔ تمام مخلوق صدقِ دل سے گواہی دے گی:

أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ-

استفسار

مجلس مولد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

چند دنوں کے بعد ماہ ربیع الاول آنے والا ہے، جبکہ مولود شریف کی مجلسیں جا بجا منعقد ہوں گی، لیکن جس طریقہ سے یہ مجلسیں منعقد ہوتی ہیں اور جو حالات و واقعات ان میں بیان کئے جاتے ہیں، معلوم نہیں جناب کا خیال اس بارے میں کیا ہے؟ لیکن میں تو اس کو نہایت افسوسناک سمجھتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ یہی حالات و واقعات ہیں جنہوں نے حضرت ربانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے متعلق مخالفین کے دلوں میں شکوک پیدا کر دیئے ہیں۔

ایک مدت سے میرا خیال تھا کہ ایک مختصر رسالہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں جمع کروں، جس کو مولود شریف کی مجلسوں میں پڑھا جائے۔ لیکن جس طرح کے حالات کا متلاشی تھا، وہ کہیں نہیں ملتے تھے۔ عرصہ ہوا ایک رسالہ منشی امیر احمد امیر مینائی نے شائع کیا تھا اور لکھا تھا کہ اس میں حالات زندگی ایک بہت بڑے عالم دین کی مدد سے لکھے گئے ہیں، لیکن اس کو بھی دیکھا از سر تا پا وہی قصے بھرے تھے۔

اس سال میں نے بطور مسودے کے ایک تحریر لکھی اور چند علمائے دین کو بغرض اصلاح سنائی، لیکن وہ اس امر پر نہایت برہم و ناراض ہوئے کہ ذکر ولادت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ واقعات اس میں نہ تھے، جو عام کتب مولود میں بیان کئے گئے ہیں۔ میں نے اس

میں سے ایک صاحب تصنیف عالم صاحب سے عرض کیا کہ کیا یہ واقعات مستند تاریخوں اور حدیث کی کتابوں میں لکھے ہیں؟ انہوں نے جواب میں لکھا کہ ”یہ تمام واقعات و معجزات صحیح ہیں، جن کو تمام مؤرخین و محدثین نے ہمیشہ بیان کیا ہے۔ بڑے بڑے علمائے دین اور اکابر اسلام نے ان کی تصدیق فرمائی ہے اور ان کو پڑھا ہے اور مجلسوں میں سنا ہے۔ البتہ آج کل کے نیچریوں اور لاندہبوں کو ان کے ماننے میں تامل ہے، کیونکہ انگریزی کی کتابوں میں یہ مرقوم نہیں۔“

آپ ہمیشہ ہم انگریزی دانوں کو الحاد اور مذہبی غفلت کا الزام دیتے ہیں، لیکن جس انداز اور طریقے سے دیتے ہیں، اس کی وجہ سے ہم نہایت خوش ہیں اور آپ کو اپنا خیر خواہ اور مصلح سمجھے ہیں، لیکن خدا کے لئے اس بارے میں میری تشفی کر دیجئے کہ آیا یہ واقعات واقعی مستند کتابوں میں مرقوم ہیں؟ اور ان میں شک کرنا نیچریت اور مذہب سے کنارہ کشی ہے؟ اگر واقعی ایسا ہی ہے تو انصاف کیجئے کہ کیا یہ واقعات عقل میں آتے ہیں؟ اور ان کو آج کل کوئی تسلیم کر سکتا ہے؟ معاف فرمائیے گا، اگر ایسے ہی واقعات سنا کر آپ ہم کو دینی جذبات سے برگشتگی کا الزام دیتے ہیں تو دیجئے، ہماری سمجھ میں تو واقعات نہیں آتے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

۱- جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا وقت قریب آیا تو ایک مرغ سفید نمودار ہوا اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے آیا نیز اس شب کو تمام جانوروں اور پرندوں نے گفتگو کی۔

۲- حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولادت سے پہلے آنا اور بشارت دینا۔

۳- جب حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہوا تو دو سو غورتیں رشک سے مرگئیں۔

۴- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن آتش کدہ ایران بجھ گیا، قصر نوشیرواں کے کنگرے گر گئے اور خانہ کعبہ کے بت اوندھے ہو گئے۔

۵- ولادت کے بعد حضرت کچھ دیر کے لئے غائب ہو گئے اور پھر کسی نے بہشتی کپڑوں

میں لا کر رکھ دیا۔

۶۔ روشنیوں کا نمودار ہونا اور عجیب عجیب آوازوں کا سنائی دینا۔

(احمد حسین خان بی۔ اے)

احادیث ضعیفہ و موضوعہ

آپ کا جوشِ دینی و محبتِ ایمانی و فکرِ اصلاحِ مجالسِ ذکرِ مولود، مستحقِ تحسین و لائقِ تشکر ہے فجز اکم اللہ تعالیٰ۔

آپ نے ایک نہایت اہم اور ضروری بحث چھیڑ دی۔ جی چاہتا ہے کہ بلا تامل صفحے کے صفحے لکھ جاؤں، لیکن افسوس کہ وقت اور گنجائش سے مجبور ہوں۔ لہذا چند کلماتِ ضروریہ پر اکتفا کرتا ہوں:

فضیلتِ مجالسِ ذکر (صلی اللہ علیہ وسلم)

مولود کی مجالس کا عجیب حال ہے۔ مقصدِ مجلس کے لحاظ سے دیکھئے تو فقیر کے اعتقاد میں اس سے زیادہ اہم، عظیم المنفعت اور قوم کے لئے ذریعہ ارشاد و ہدایت اور کوئی اجتماع نہیں۔ لیکن طریق انعقاد پر نظر ڈالئے تو اجتماعی و مجلسی قوتوں کے ضائع کرنے کی بھی اس سے زیادہ اور کوئی افسوسناک مثال نہیں ملے گی۔ اسلام ایک تعلیم تھی اور اس تعلیم کا عملی نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا
اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (۲۱:۳۳)

بیشک رسول اللہ کی زندگی میں ان لوگوں کے لئے پیروی اور اتباع کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ جو اللہ اور یومِ آخرت سے ڈرتے اور بکثرت یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والے اور ذکر کرنے والے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ اس صاحبِ خلقِ عظیم کا اخلاق کیا

تھا؟ فرمایا:

كَانَ خُلُقَهُ الْقُرْآنَ (حدیث مبارکہ)

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق دیکھنا ہے تو قرآن دیکھ لو۔

کہ اس ”کتابِ مرقوم“ کا وہ ایک ظلِ مجسم اور اس کے عملی نمونے کی ایک ”لوحِ

محفوظ“ ہے:

و فِي ذَالِكَ فَلَيْتِنَا فِس الْمَتَنَافِسُونَ^۲ (۱۸:۸۳)

اصل مقصد کیا تھا؟

پس مولود کی مجلسوں کا اصل مقصد یہ ہونا ہے کہ وہ اس ”اسوۂ حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم“

کے جمالِ الہی کی تجلی گاہیں ہوتیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح حالات زندگی سنائے

جاتے، ان کے اخلاقِ عظیمہ اور خصائلِ کریمہ کے اتباع کی لوگوں کو دعوت دی جاتی

اور ان کے اعمالِ دلوں میں شوق و ولولہ پیدا کیا جاتا، جو ایک ”مسلم و مومن“ زندگی

کے کریکٹر کا اصلی مایہِ خمیر ہیں اور جن کے اتباع نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی

زندگیوں کو اس درجہ تک پہنچا دیا تھا کہ فرمانِ الہی نے:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

کی صدائے محبت سے ان کی مدح سرائی اور اتباعِ محبوب نے ان کو خود محبوب بنا دیا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحِبُّكُمْ اللَّهُ وَ

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۳:۳۱)

اے پیغمبر! مدعیانِ محبتِ الہی سے کہہ دو کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو تو

میرا اتباع کرو (اگر تم نے ایسا کیا تو تم کو اللہ کی محبت کے دعویٰ کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ) خود اللہ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا۔ اور تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا۔ وہ نہایت مہربان بخشنے والا ہے۔

اگر ایسا ہوتا تو ظاہر ہے کہ ان مجالس سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے سعادت کو نہیں کا ذریعہ اور کیا تھا؟ یہ تمام کانفرنسیں اور انجمنیں جن کا چاروں طرف ہنگامہ پیا ہے، ایک طرف اور اس مجلس کا ایک لمحہ ایک طرف، جو اس اسوۂ حسنہ کے نظارے میں بسر ہو۔ ہماری مجلسیں اسی ذکر کے لئے ہونی چاہئیں اور ہماری آنکھیں اسی جمالِ جہاں آراء کے نظارے کے لئے:

خدا سر دے تو سودا دے تیرے زلف پریشاں کا

ولنعم ما قبل:

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار
بگذرانند و خم طرہ بارے گیرند!

صورت قائم حقیقت مفقود

لیکن بدبختی یہ ہے کہ ہمارے اعمال کی صورتیں مسخ نہیں ہوئی ہیں۔ مگر حقیقت غارت ہو گئی ہے۔ قومی تنزل کے معنی یہی ہیں کہ تمام قومی و دینی اشتعال بظاہر قائم رہتے ہیں۔ لیکن ان کی روح مفقود ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ہماری مسجدیں اجڑ گئیں ہوں، کتنے جھاڑ اور فانوس ہیں، جن سے مسجدیں بقعہ نور بنائی جاتی ہیں؟ مگر رونا یہ ہے کہ دل اجڑ گئے ہیں اور یہ وہ بستی ہے کہ جب یہ ویران ہو جائے تو پھر آبادی کہاں؟

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ! تو نہ مرجائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے!

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَىٰ إِلَّا بَصَارٌ وَلَكِنَّ تَعْمَىٰ الْقُلُوبَ الَّتِي فِي الصُّدُورِ

(۴۶:۲۲)

مجھے کیا کہنا تھا اور کیا کہنے لگا۔ بہر حال مولود کی مجلسیں بھی اپنے مقصد کے لحاظ سے ایک بہترین دینی عمل تھا، جس کی صورت تو قائم ہے، مگر حقیقت مفقود ہے۔ محض ایک رسمی تقریب ہے جو مثل اور رسمی صحبتوں کے لئے ضروری سمجھ لی گئی ہے اور امراء و رؤساء نے تو اپنی نمائش اور ریاء دولت کا اس کو بھی ایک ذریعہ بنا لیا ہے۔

روایات ضعیفہ و قصص موضوعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح حالات زندگی اور انقلابات عظیمہ کے بیان کی جگہ (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے واقعہ نے مشرق و مغرب میں پیدا کر دیئے ہیں) کتنے افسوس کی بات ہے کہ محض چند روایات ضعیفہ و قصص موضوعہ کے بیان کرنے پر اتنے بڑے ملی و دینی جذبے کو قربان کر دیا جاتا ہے؟ اور پھر اگر محض طبقہ عوام کا یہ حال ہو تو قابل شکایت نہیں، لیکن تعجب اور صد ہزار تعجب ہے اس بوالعجبی پر کہ صد ہا علمائے ملت ہیں جو باوجود ادعائے رسوخ حدیث و سیرہ و وسعت نظر و علم، ان روایات کو خاموشی کے ساتھ سنتے ہیں، خود پڑھتے ہیں اور لوگوں سے پڑھواتے ہیں مگر ایک لمحہ کے لئے بھی ان کے دل میں تحقیق و تفتیش کی جنبش پیدا نہیں ہوتی:

ان هذا من اعاجیب الزمن

کاش! جس قدر بحث نفس انعقاد اور مجلس کے سنت و بدعت ہونے کی نسبت کی گئی ہے، وہ اس مجالس کی اصلاح حال کے لئے کی جاتی۔ وہ تمام چیزیں جو قوم میں شوق و شغف کے ساتھ موجود ہوں درحقیقت ایک قوت ہیں، پس سب سے اول کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اسٹیم کو ضائع کرنے کی جگہ اس سے مفید کام لیا جائے۔ البتہ اگر اصل کار ہی جادہ شریعت سے

منحرف ہو اور صورت اصلاح مفقود، تو پھر اس کے استیصال کی کوشش امر بالمعروف میں داخل اور ناگزیر ہے۔

غفلت و مداہنت علماء و تشدد بے محل

ہزار تعجب ہے اس عالم صاحب تصنیف و تالیف کے دعویٰ علم پر، جس کے جواب کے بعض جملوں کو آپ نے نقل کیا ہے۔ درحقیقت یہی وہ مذہب کے نادان حامی ہیں، جن کی دوستانہ حمایت، ہمیشہ دشمنوں کی مخالفت سے زیادہ مذہب کے لئے مضر رہی ہے۔ جن روایات کی نسبت آپ نے تحقیق چاہی تھی، ان کا انکار نہ تو نیچریت ہے اور نہ الحاد، بلکہ عین شیوۃ اسلام و ایمان ہے اور ہر صاحب نظر، جس کو فن حدیث و سیر سے کچھ بھی خبر ہوگی، ایک لمحہ کے لئے بھی ان روایات کو تسلیم نہیں کرے گا۔

آپ اس سعی و کوشش کے لئے مستحق تحسین تھے، افسوس کہ اس نادان مدعی علم نے تشدد مذہبی کا بے جا استعمال کیا۔ حالانکہ جو محل استعمال ہیں، ان کی ہمارے علماء خبر بھی نہیں لیتے۔

بہت سے لوگ ہیں جو تشدد مذہبی اور نغصہ دینی کو علمائے مالہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور پھر برسوں سے اس پر رورہے ہیں، لیکن میں اسے صحیح نہیں سمجھتا۔ مجھ کو تو شکایت ہے کہ جس قدر تشدد مذہبی علماء میں ہونا چاہیے افسوس ہے کہ نہیں ہے۔ صد ہا امور ایسے ہیں جن میں صاف طور پر ان کے اعلان سے دانستہ اعراض کیا جا رہا ہے۔ البتہ چند چھوٹی چھوٹی باتیں ایسی ہیں، جن میں تشدد کا اظہار ہوتا ہے، مگر چونکہ یہ اظہار بے محل ہوتا ہے، اس لئے محض رائیگاں جاتا ہے، بلکہ اکثر موقعوں میں اور مضر ہوتا ہے۔

ایک بہت بڑا نکتہ عمل یہ ہے کہ ہر قوت کا استعمال اس کے صحیح محل میں ہو۔ آپ اسٹیم کو جس سے سمندروں میں جہاز، خشکیوں پر ریل اور کارخانوں میں مشینیں چلتی ہیں،

ٹاٹ کی بوریوں میں بھر کر غبارہ بنانے کی کوشش نہ کیجئے۔ ورنہ آپ کی قوت اور سعی، دونوں رائیگاں جائیں گی۔

یہ اس ذکر کے چھیڑنے کا وقت نہیں، ورنہ بجائے خود یہ ایک داستانِ طولانی ہے۔ اپنی مصیبتوں کا حال یہ ہے کہ چادر کا کوئی گوشہ دھبے سے خالی نہیں۔ کس کس چیز کو بیان کیجئے، کس کس کے حال پر رویئے اور پھر اتنا وقت کہاں سے لائیے؟

آسودہ شے باید و خوش مہتا بے
تابا تو حکایت کنم از ہر بابے

معیار تصدیق و تغلیط و اصول نقد روایت

لیکن ان روایات کی صحت و عدم صحت کی نسبت ضمناً جن خیالات کا آپ نے اظہار فرمایا ہے، افسوس کہ فقیر اس سے متفق نہیں۔ وہ ایک نہایت خطرناک اصولی غلطی ہے، جس میں زمانہ حال کے مدعیان تحقیق و اجتہاد اور رہروانِ جادہ تطبیق عقل و نقل، برسوں سے مبتلا ہیں۔ آپ نے بار بار اس سوال کو دہرایا ہے کہ ”اگر یہ روایات صحیح ہیں تو کیا عقل میں آ سکتی ہیں؟“ جواباً گزارش ہے کہ روایات تو یقیناً صحیح نہیں ہیں، لیکن یہ اصول بھی کب صحیح ہے کہ جو واقعہ آپ کی عقل میں نہ آئے، وہ یکسر غلط و موضوع ہے؟

آپ بلا تامل پوچھئے کہ یہ واقعات اصولِ فنِ روایت کی بناء پر کہاں تک صحیح اور قابل قبول ہیں؟ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف اتنا پوچھ لینا ہی آپ کے مقصد کے حصول کے لئے کافی ہے، لیکن یہ کہاں کا اصول تحقیق اور معیار تمیز حق و باطل ہے کہ واقعہ کی صحت کے لئے پہلی شرط آپ کی عقل کی تصدیق ہے؟ آپ لوگ آج کل بے تکلف یہ جملہ کہہ دیا کرتے ہیں، مگر نہیں سمجھتے کہ یہ کیسی خطرناک سفسطائیت کی راہ ہے، جو اس طرح آپ کے سامنے کھل جاتی ہے۔ ہر واقعہ کی صحت و عدم صحت کے لئے پہلی چیز اصول

روایت اور صحت نقل کی شرائط کا اجتماع ہے اور بس نہ کہ زید و عمر کی عقل میں آنا۔ مجھ کو یقین نہیں کہ مارکونی ٹیلیگرام کو آپ کی عقل تسلیم کرتی ہو اور غالباً آپ نے اب تک اس کا عینی مشاہدہ بھی نہ کیا ہوگا، لیکن اول مرتبہ جب اس ایجاد کی خبر یورپ کے کسی مستند پرچے میں دیکھی ہوگی اور تمام اخباروں میں اس کی شہرت کا غلغلہ مچا ہوگا، تو فرمائیے، آپ نے اس کی تصدیق کی تھی یا انکار؟

صحیح راہ عمل

آپ کو معلوم نہیں کہ یہی وہ سرحد ہے جہاں سے (باوجود اتحاد مقصد و اصول) مجھے آجکل کے مصلحین مذہب سے الگ ہو جانا پڑتا ہے۔ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ جس حدیث اور جس روایت کو اپنے خود ساختہ معیار عقلی سے ذرا بھی الگ پاتے ہیں، معاً اس سے انکار کر دینے کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں اور پھر اس انکار محض کو ”تطبیق منقول و معقول“ کے مرعوب کن لفظ سے تعبیر کرنے کے علانیہ تمسخر سے نہیں شرماتے:

وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ
هَيِّنًا عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا (۱۵:۲۴)

حالانکہ اگر ان کو علوم ویدیہ کے حصول کا موقعہ ملا ہوتا اور علم و فن پر نظر ہوتی، تو وہ دیکھتے کہ اسی مقصد کو اصول فن کے ساتھ چل کر بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

کیا ضرورت ہے اس کی کہ ان روایات کی محض اس وجہ سے تغلیط کر دی جائے کہ وہ ہماری عقل میں نہیں آتیں، جبکہ ہم اصول مقررہ حدیث و آثار و طریق جرح و تعدیل روایت و تحقیق و نقد روایت و شہادت موثقہ ارباب علم و فن کی بنا پر بغیر ادنیٰ دقت کے ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ روایات ہی پایہ اعتبار سے ساقط ہیں اور اصول فن سے لائق احتجاج نہیں اور اس طرح بغیر سررشتہ اصول کو ہاتھ سے دیئے، اسی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

انکار کی جداگانہ بنیادیں

معلوم نہیں آپ نے میری گزارش کو سمجھا بھی یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ بہت سی باتیں ہیں جن سے انکار کرنے میں ممکن ہے کہ آپ کے مصلحین حال اور ہم متفق ہوں، لیکن پھر بھی ہم میں اور ان میں بعد المشرقین ہے۔ وہ محض اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ ان کی عقل میں نہیں آتی اور ہم اس لئے انکار کرتے ہیں کہ اصول فن سے ان کا قابل تسلیم ہونا ثابت نہیں:

فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (۸۱:۶)

آپ کہیں گے کہ نتیجہ دونوں کا ایک ہے، میں کہوں گا کہ منزل تک پہنچنے ہی پر سفر کی کامیابی موقوف نہیں ہے، بلکہ بہت کچھ راہ سفر کے تعین و انتخاب پر:

وستان ما بین خل و خمر

آج کے مصلحین اور علمائے حق

آپ کو نہیں معلوم، صد ہا باتیں ہیں کہ آجکل کے مصلحین بھی کہتے ہیں اور انہی کو امام غزالی اور شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہمانے بھی کہا ہے، مگر پھر دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک سے الحاد پرورش پاتا ہے اور دوسرے سے مذہب کو تقویت ہوتی ہے، حالانکہ مقصود پہلی جماعت کا بھی تقویت مذہب ہی ہے۔ یہ فرق حالت بھی زیادہ تر اسی اختلاف طریق کا نتیجہ ہے۔ آپ لوگوں کو شکایت ہے کہ علماء آج کل کی چیزوں پر متوجہ نہیں ہوتے۔ یہ سچ ہے، مگر اس کو بھی تو دیکھئے کہ آپ لوگوں نے ان کی نظروں کو متوجہ کرنے ہی کا کون سا سامان کیا ہے؟ لوگ دیکھتے ہیں کہ جس چیز کو آپ ”تطبیق عقل و نقل“ کہتے ہیں، وہ صرف ایک تیز و برق خرام قینچی ہے، جس کو آپ نے اٹھایا اور بے تکان قطع و برید شروع کر

دی۔ نہ علم و فن سے مس ہے، نہ اصول و قواعد کی خبر ہے، نہ کتابوں پر نظر ہے اور نہ اس زبان سے واقفیت ہے، جس سے قرآن و حدیث کو الگ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ پھر وہ آپ کی وقعت کریں تو کیا کریں؟

گو میں اپنے عقیدے میں اس اغماض کو بھی علما کی ایک سخت غلطی سمجھتا ہوں اور بیان و جوہ کا یہ موقع نہیں، تاہم اگر وہ اپنے اغماض کی یہ توجیہ کریں تو آپ کیا جواب دیں گے؟

میں جو ہمیشہ (شیخ محمد عبدہ) اور ان کے تابع طریقت (سید رشید رضا) کی تعریف کرتا ہوں تو اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بہ نسبت ہندوستان کے مصلحین جدید کے اس نکتے کا زیادہ خیال رکھا ہے، حالانکہ ضرورت ان کے سامنے بھی وہی تھی، جو یہاں درپیش ہے۔

قصاص

اب آپ اپنے سوالات کا جواب لیں، عقل و تفلسف کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں، سرے سے یہ تمام روایتیں ہی از قبیل قصص و حکایات موضوعہ ہیں، جن کا کتب معتبرہ حدیث میں نام و نشان تک نہیں۔

طبقہ محدثین و جماعت قصاص و وعاظ

اس تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، مگر چند الفاظ کہوں گا۔ یہ کیسی سخت بد بختی کی بات ہے کہ آج مسلمانوں میں جن چیزوں کی سب سے زیادہ شہرت اور عوام و خواص میں جو بیانات سب سے زیادہ مقبول ہیں، وہی سب سے زیادہ غیر معتبر اور ناقابل تسلیم بھی ہیں۔ یہ حال ہر علم و فن کا ہے۔ تاریخ میں وہی کتابیں اور انہی کتابوں کی حکایات مشہور و مقبول ہیں، جن کے بعد ہمارے یہاں خرافات و اکاذیب کا کوئی درجہ نہیں۔ سیر و فضائل میں بھی انہی

کتابوں کو قبول عام حاصل ہے، جن کے مصنف محدثین کی جگہ قصاص و واعظین تھے۔ سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ قدماء کی کتابوں پر نظر نہیں اور ہر علم و فن میں تمام تر دہر و مدار متاخرین پر ہے۔ یہ لوگ محض حاطب اللیل تھے اور چند کتابوں سے رطب و یابس روایات کو کسی ترتیب تازہ کے ساتھ جمع کر دینا ہی ان کی قوت تصنیف کا سدرۃ المنتہی تھا۔

میں نے دو مرتبہ ”قصاص و واعظین“ کا لفظ کہا، یعنی مذہبی قصص و حکایات سے گرمی محفل کا کام لینے والے واعظ۔ فی الحقیقت یہ طبقہ ہمارے یہاں ابتداء سے سرچشمہ موضوعات و مبداء جمیع اقسام افتراء و مکذوبات و منبر ع خرافات و حکایات رہا ہے۔ یہ لوگ اپنے وعظ و بیانات کو انظار عوام میں دلفریب و پرکشش بنانے کے لئے مجبور تھے کہ قصص و حکایات کی تلاش و جستجو میں رہیں اور اگر میسر نہ آئیں تو خود وضع کریں:

يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

(۷۹:۲)

پھر یہ لوگ اسی طرح کی تمام روایتوں کو شاعرانہ اغراق و تغلب اور داستان طرازانہ اضافہ و تخیل کے ساتھ اپنی مجلسوں میں بیان کرتے تھے اور رفتہ رفتہ مرض متعدی ہو جاتا تھا۔ علی الخصوص متاخرین ایران میں سے بعض لوگوں نے وعظ گوئی کو ایک مستقل فن بنا دیا اور چونکہ قابل اور اہل قلم بھی تھے، اس لئے اپنی مجالس کو کتب سیر و قصص کی صورت میں مدون بھی کر دیا:

ضلو افا ضلو افویل لهم ولا تبا عهم

مثلاً ملا (حسین واعظ کاشفی) اور (ملا معین الدین ہروی) انہی لوگوں میں سے تھے۔ علی الخصوص آخر الذکر شخص، جو فی الحقیقت انشا پردازی، حکایت طرازی و اقتباس روایات ضعیفہ و موضوعہ، تاویلات دیکہ قرآن و سنت و عبور و رسوخ اسرائیلیات و روایات یہود میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔

مولود کی اردو کتابوں کے ماخذ

شاید بہت سے لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ آج اردو زبان میں جس قدر مولود لکھے گئے ہیں اور رائج ہیں، وہ سب کے سب بے واسطہ یا بالواسطہ اسی (ملا معین الدین ہروی) کی کتابوں معارج النبوه، تفسیر سورہ یوسف موسوم بہ نقرہ کار، قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام موسوم بہ اعجاز موسوی وغیرہائے سے ماخوذ ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ان کتابوں میں بعض حصے نہایت دلچسپ اور قابل دید ہیں، مثلاً وہ صوفیانہ و عارفانہ لطائف و نکات آیات و احادیث جو اقوال و مرویات صوفیا سے لئے گئے ہیں، یا خود اس نے پیدا کئے ہیں، لیکن تاہم ان لطائف کو کیا کیجئے کہ اصل موضوع ہی سرتاسر ینبرع خرافات ہے۔

یہ لوگ ان میں سے اکثر چیزوں کے خود موجود نہ تھے بلکہ اپنی جماعت کے پیش رو افراد کے تتبع، لیکن فارسی میں لکھ کر اور کتب مجالس و وعظ کو شائع کر کے ان لوگوں نے تمام موضوعات و خرافات کو ایران و ہند میں پھیلا دیا اور چونکہ عوام بالطبع اس غذا کے خواہاں ہیں، بغیر کسی دقت کے ان کو قبول عام حاصل بھی ہو گیا۔ والقصۃ بطولہا۔

قصص کتب مولود کا سرچشمہ اول

آپ نے جن روایات کی نسبت استفسار کیا ہے (آپ کو سن کر تعجب ہو گا کہ) ان میں سے ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے، جو اصول فن حدیث کی بناء پر صحیح تسلیم کیا جاسکے اور جس کو کتب معتبرہ محدثین میں روایت کیا گیا ہو۔ (صحاح) ان قصص سے خالی ہے۔ عام مسانید و معاجم اور مصنفات مشہورہ میں بھی کوئی لائق احتجاج ثبوت نہیں ملتا۔ حافظ سیوطی نے (جمع الجوامع) میں جمع احادیث کا پورا التزام کیا ہے، لیکن یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ان

روایات کا اس میں کہیں پتہ نہیں! (کنز العمال) میں متعدد ابواب تھے، جہاں یہ روایات آ سکتی تھیں، مثلاً (معجزات من قسم الاقوال) کے باب (اعلام ودلائل نبوت) میں لیکن ایک اثر بھی وہاں درج نہیں کیا گیا۔ (قسم الافعال) میں ولادت کا مستقل باب موجود ہے، مگر وہ نہایت مختصر ہے اور صرف چند آثار، تاریخ و ایام ولادت کے متعلق پائے جاتے ہیں۔ لیکن ان واقعات کا کہیں ذکر نہیں۔ معجزات ولادت میں صرف دو چار روایتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختون پیدا ہونے کی نسبت البتہ درج کی گئی ہیں، لیکن وہ تمام تر (ابن عساکر) کی ہیں، جن کی نسبت علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ:

و فیہا احادیث کثیرة ضعیفة موضوعة وھینة

اور پھر ان سب کے راوی اول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اس لئے تمام روایات ولادت کی طرح یہ روایات بھی منقطع ہے، پس قابل احتجاج نہیں۔

کنز العمال کے باب (قسم الافعال) میں (دلائل و اعمال نبوت) کے عنوان کے نیچے دو تین طول طویل روایتیں (ابن عساکر) وغیرہ سے لے کر درج کی گئی ہیں، جن میں نہایت بے سرو پا قصے بیان کئے ہیں اور یقیناً یہ قصے موضوع ہیں۔ تاہم ان میں بھی ان واقعات ولادت کا کہیں پتہ نہیں۔

روایات ثلاثہ حافظ ابو نعیم اصفہانی

پس دراصل ان قصص کا سرچشمہ وحید اور مبدء اول وہ تین طول طویل حدیثیں ہیں، جن کو ابو نعیم صاحب "دلائل" نے عمرو بن قتیبہ، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خود حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سے روایت کیا ہے اور یہی روایات ہیں، جن کا آگے چل کر قصاص و مجلس آراء و اعظوں نے اپنی گرمی مجلس کے لئے استعمال کیا اور پھر تمام قصص و حکایات اور دیگر کتب سیر متاخرین میں داخل ہو گئیں؟

شیخ جلال الدین سیوطی نے ”خصائص کبریٰ“ کی پہلی جلد میں ان تینوں روایتوں کو نقل کیا ہے۔ ان میں سے ہر روایت ایک ایک صفحہ کی ہے۔ پوری نقل نہیں کر سکتے ضروری ٹکڑے حسب ذیل ہیں:

قتیبہ کی روایت

واخرج ابو نعیم عن عمرو بن قتیبہ، قال سمعت ابي وكان من اوعية العلم قال لما حضرت ولادة آمنه قال الله الملائكة افتحوا ابواب السماء كلها و ابواب الجنان كلها، و امر الله الملائكة بالحضور، فنزلت تبشر بعضها و تطاولت جبال الدنيا و ارتفعت البحار و تباشر اهلها، فلم يبق ملك الحضر، و اخذ الشيطان فغل سبعين غلا ولقى منكر سا في لجة البحر الخضراء، و غلت الشياطين والهروء، والبست الشمس يومئذ نورا عظيما، و اقيم على راسها سبعون الف حوراء في الهواء ينتظرون ولادة محمد صلى الله عليه وسلم۔ وكان قد اذن الله تلك السنة لذساء الدينا ان يحملن ذكورا كرامة محمد صلى الله عليه وسلم وان لا تبقى شجرة الا حملت ولا خوف الا عادا امنا فلما ولد النبي صلى الله عليه وسلم امتلاءت الدنيا كلها نورا و تباشرت الملائكة و ضرب في كل سماء عمود من زبرجد و عمود من ياقوت قد استناربه فهي معروفة في السماء۔ و نكست الاصنام كلها و اما اللات والعزى،

فانہما خرجاً من خزانتهما وهما يقولان ”ویح قریش
 جاء ہم الامین جاء ہم الصدیق“ (حدیث مبارکہ)
 ابو نعیم نے عمر بن قتیبہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ
 بہت بڑے عالم تھے، فرماتے ہیں کہ جب آمنہ کے ہاں ولادت کا سلسلہ
 شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ آسمان اور بہشت کے تمام
 دروازے کھول دو اور فرشتوں سے فرمایا کہ تم بھی وہاں پہنچو۔ فرشتے نازل
 ہوتے تھے اور ایک دوسرے کو خوش خبری دیتے تھے۔ پہاڑ زیادہ اونچے ہو گئے
 اور سمندروں کا پانی بھی بلند ہو گیا۔ کوئی فرشتہ ایسا نہیں تھا جو وہاں نہ پہنچا ہو۔
 شیطان کو ستر طوق ڈالے گئے اور اُسے بحرِ اخضر میں منہ کے بل ڈال دیا گیا۔
 باقی سرکش شیطانوں کو بھی طوق ڈالے گئے۔ سورج کو بڑا نور عنایت
 ہوا۔ ستر ہزار حوریں ہوا میں کھڑی کی گئیں جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
 ولادت کی منتظر تھیں۔ اس سال اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
 بزرگی کے لئے تمام عورتوں کو بیٹے عنایت کئے۔ جتنے درخت تھے سب ہی پھل
 لائے۔ جہاں بھی کسی قسم کا خوف تھا وہاں امن ہو گیا۔ حضرت کے پیدا ہوتے
 ہی دنیا نور سے بھر گئی۔ فرشتوں نے باہم خوشخبری دی۔ ہر آسمان پر زبرد اور یا
 قوت کے ستون کھڑے کئے گئے۔ آسمان منور ہو گیا۔ بتوں نے سر ڈال
 دیئے۔ لات اور عزیٰ اپنی جگہوں سے یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے کہ قریش کی کم
 بختی امین اور صدیق تشریف لے آئے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

واخرج ابو نعیم عن ابن عباس قال: کان من ولالات
 حمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کل دابة کانت

لقريش نطقت تلك اليلت ولم تبق كاهنة في قريش ولا في قبيلة من قبائل العرب الا ححبت عن صاحبته، وانتزع علم الكهنة منها، ولم يبق سرير ملك من مكنون الدنيا الا اصبح منكوساً والملك مخرساً، لا ينطق يومه ذلك، و مرت وهش المشرق الى وحش المغرب بالبشارات— وفتح الله لهولده ابواب اسماء وجنانه فكانت امانة وتحدث عن نفسها ونقول "اتاني ايت حين مري من حملة ستة اشهر فوكزني برجله في المنام وقال لي يا امانة! انك قد حملت بخير العالمين طراً فاذا ولدته فسيه محمداً" فكانت تحدث عن نفاسها وتقول "لقد اخذني ما يا خذا النساء ولم يعلم بي احد من القوم فسمعت وجبة شديده وامرا عظيما فها لني ذلك، فرأيت كان جناح طير ابيض قد مسح عل فوادى فذهب عني كل رعب وكل رجع كنت اجد ثم التفت فاذا انا بشرية بيضاء لبنا و كنت عطشى فتنا ولتها شربتها فاضاء مني نور عال، ثم رأيت نسوة كا لنخل الطوال، كان هن من نبات عبد مناف يحدقن بنى بينا انا اعجب واذا بد يباح ابيض قد فيناف مديين السماء والارض، و اذا بقائل يقول خذ من اعين الناس قالت ورأيت رجالا قد وقفوا في الهواء بايديهم اباريق فضة ورأيت قطعة من الطير قد اقبلت حتى عظمت حجري مناقيرها من الزمرد واجنحتها من اليواقيت فكشف الله عن بصرى والبصرت

تلك ساعة مشارق الارض و مغاربها۔ ثم رأيت محابة
بيضاء قد اقبلت من السماء حتى عشية نغيب عن
وجهي و سمعت منادياً ينادي "طرفوا بجمد شرق الارض
و غربها واد خلوها البحار ليعرفوه باسمه و نعتة و
صورته"۔ ثم تجلت عنه في السرعة وقت فاذا انا به
مدارج في ثوب صوف ابيض و تحته حريرة خضراء و قد
قبض على ثلاثا مفاتيح النصر و مفاتيح من اللوء لوء
الرطب و اذا قائل يقول "قبض محمد على مقاشيخ الريح
و مفاتيح النبوة" ثم اقبلت سحابة أخرى يسمع منها
سهيل الخيل و خفقان الا جناحة حتى غشية فغيب عن
عيني، فسمعت مناديا ينادي "طرفوا بجمد الشرق"
والمغرب وعلی مواليد النبيين، و اعرضوه على كل
روحاني من الجن و الانس و الطير و السباع"۔ وذا انا
بثلاثة نفر في يد اقدم ابريق من فضة و في يد الثاني
طست من زمرد اخضرو في يد الثالث حريرة بيضاء
فنشرها فاخرج منها خاتما تحار البصار الناظرين دونه،
نغسله من ذلك الابريق سبع مرات ثم ختم بين كتفيه
بالخاتم ولفه في الحريرة ثم حمله فادخله بين اجنحته
ساعة ثم رده الي"۔ (حديث مبارکه)

ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
والدہ کے پیٹ میں آنے کی نشانی یہ تھی کہ اس رات قریش کے پاس جو جانور
بھی تھا وہ بولنے لگا۔ قریش اور دیگر قبائل عرب کی تمام کاہن عورتیں ناپید ہو

گئیں۔ علم کہانت ان سے چھین لیا گیا۔ دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت اوندھے پڑ گئے اور تمام بادشاہ دن بھر گنگ ہو گئے اور مشرق سے مغرب تک وحشی جانور بھی ایک دوسرے کو خوشخبریاں دیتے تھے۔ حضرت کی پیدائش پر اللہ تعالیٰ نے آسمان اور بہشت کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت آمنہ کا بیان ہے کہ جب میرے حمل پر چھ مہینے گزر گئے تو خواب میں کسی نے مجھے بلایا اور کہا۔ اے آمنہ! تیرے پیٹ میں تمام جہانوں میں بہترین شخص ہے پیدا ہونے کے وقت ان کا نام محمد رکھنا۔ فرماتی ہیں مجھ پر بھی وہ کیفیت طاری ہوئی جو عورتوں پر ہوتی ہے اور میں خوفزدہ ہو گئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سفید رنگ کا پرندہ ہے۔ اس نے اپنا پر میرے دل پر رکھا تو مجھ سے تمام خوف اور درد دور ہو گیا۔ پھر دیکھتی ہوں کہ سفید دودھ موجود ہے میں پیاسی تھی میں نے پیا۔ میرے اندر سے ایک نور اُٹھا۔ پھر میں نے بڑی بڑی قد آور عورتیں دیکھیں گویا کہ وہ عبدمناف کی اولاد ہیں۔ انہوں نے ہر طرف سے مجھ پر حلقہ کر لیا۔ اس عجیب حالت پر دیکھتی ہوں کہ آسمان اور زمین کے درمیان سفید ریشم تن گیا ہے اور کہنے والا کہہ رہا ہے کہ ایک نامی گرامی آدمی کو اپنے ہاتھوں میں لے لو پھر دیکھتی ہوں کہ کچھ آدمی ہوا میں معلق ہیں جن کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں۔ میں نے پرندوں کا ایک جھنڈ دیکھا ان کی چونچوں نے میری گود کو چھپا لیا وہ کچھ گانے لگے۔ ان کے پر یا قوت کے تھے۔ پھر اللہ نے پردہ اٹھالیا اور اسی وقت میں نے زمین کے مشرق و مغرب دیکھ لئے۔ پھر میں نے ایک سفید ابرو دیکھا جو تمام آسمان پر چھا گیا۔ اور ایک پکارنے والا کہہ رہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرق و مغرب کی سیر کراؤ۔ اور ان سمندروں کے پاس لے جاؤ۔ تاکہ سبھی آپ کا نام اور نعت اور شکل و صورت دیکھ لیں۔ پھر دیکھتی ہوں کہ ایک سفید صوف کا کپڑا ہے۔ جس کے نیچے ہنر ریشم ہے اور تین موتیوں

کی چابیاں ہیں۔ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح و نصرت ہو، اور آپ نے نبوت کی چابیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ پھر ایک اور بادل آیا جس سے گھوڑوں کی آوازیں اور پروں کی حرکت معلوم ہوتی تھی، اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرق و مغرب اور تمام انبیاء کے جائے پیدائش کی سیر کراؤ۔ اور آپ کو ہر جن، انسان، پرندوں اور درندوں سے بچاؤ۔ وہیں میں نے تین شخص دیکھے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ دوسرے کے ہاتھ میں سبز مرد کا تھا اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم تھا۔ اس نے ایک انگوٹھی نکالی۔ جس سے دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس نے آپ کو اس آفتابے سے سات مرتبہ غسل دیا اور آپ کے کندھے کے درمیان وہ انگوٹھی رکھ دی، ریشم میں لپیٹ دیا اور میری طرف پھیر دیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

واخرج ابو نعیم بسند ضعیف عن العباس قال لما ولد اخي عبد الله وهو اصغرنا۔ فلما ولدت امنة قلت لها ما الذي رأيت في ولادتك؟ قالت "لما جاءني الطلق و اشتد بي الامر و سمعت جلبة و كلاماً لا يشبه كلام الا دميين، و رأيت علماً من سندس على قضيب من ياقوت قد ضرب ما بين السماء و الارض۔ و رأيت قری سرباً من القطاء قد سجدت له و نشرت اجنحتها و رأيت تابعة سعيرة الا سدية قد مرت و هي تقول ما لقی الاصنام و الكهان من ولدك هذا هل سكت سعيرة و الويل الاصنام و رأيت شباباً من اتم الناس طولاً و اشد هم بياضاً، فاخذ المولود مني، فتفل في فيه و

معہ طاس من ذهب فشق بطنہ شقا، ثم اخرج قلبه
فشقه شقا، فاخرج منه نكنه سواء فری بها، ثم اخرج
صره من حریر اخضر ففتحها فاذا فيها شیء كالذزیرة
البيضاء فحشاء ثم اخرج صرة من حریر ابيض ففتحها
فاذا فيها خاتم فضرب علی كتفه كا لبيضة و البسه
قميصا“ فهذا ما رأیت ۵۔

ابو نعیم نے ضعیف سند سے حضرت عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب چھوٹے
بھائی عبداللہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جب حضرت آمنہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا میں
نے ان سے کہا کہ سارا واقعہ بیان کرو، فرمانے لگیں کہ جب مجھ پر ولادت کی
حالت طاری ہوتی تو ایسی آواز سنی جو آدمیوں کا کلام نہیں تھا۔ میں نے ایک یا
قوت کی چھڑی پر ریشم کا پھریرا دیکھا جو آسمان سے زمین تک تھا۔ میں نے
اپنے پاس ہی پرندوں کا ایک جھنڈ پایا جنہوں نے سجدہ کیا اور پر پھیلا دیئے
اور ”تابع سعیرہ اسدیہ“ کو دیکھا۔ وہ گزرتی جاتی تھی اور کہتی تھی کہ اس بچے کی
وجہ سے بتوں اور کانوں کو صدمہ پہنچا ہے۔ پھر میں نے ایک جوان قد آور کو
دیکھا کہ اس نے بچے کو مجھ سے لے لیا۔ آپ کے منہ میں کچھ ڈالا۔ اس کے
پاس سونے کی طشتری تھی اس نے بچے کا سینہ چاک کیا اور دل کو باہر نکالا۔ اس
نے سیاہ نقطہ الگ کر لیا اور پھینک دیا پھر سبز ریشم کی تھیلی کو کھولا۔ اس میں کوئی
سفید پھول تھے۔ اس سے بچے کے پیٹ کو بھر دیا۔ پھر تھیلی میں سے انگوٹھی نکالی
اور بچے کے کندھے پر رکھ دی اور اس کو کرتہ پہنا دیا۔ یہ تھا جو میں نے دیکھا۔

ابو حافظ ابو نعیم کی حیثیت

لیکن یہ تینوں روایتیں قطعاً بے اصل ہیں، بوجہ ذیل:

حافظ ابو نعیم پانچویں صدی کے حافظ حدیث میں سے ہیں۔ ذہبی نے ان کو

تیرہویں طبقہ کے ذیل میں شمار کیا ہے اور (تذکرہ) میں مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ ان کی جلالت مرتبت سے انکار نہیں، لیکن کیا کیجئے کہ یہ ان لوگوں میں ہیں، جن کی نسبت مسلم ہے کہ فضائل و معجزات میں رطب و یابس اور ضعیف و موضوع، ہر طرح کی حدیثیں درج کر دیا کرتے تھے۔ یا تو یہ حسن اعتقاد کی وجہ سے تھا، یا پھر اعتماد، علی الناس، کہ لوگ خود درجہ صحت و ضعف کی تحقیق کر لیں گے۔ یہاں تک کہ علامہ ابن تیمیہ کو ابو الشیخ اصفہانی کے ذکر میں لکھنا پڑا:

وفیہا احادیث كثيرة قوية صحيحة و حسنة و احادیث
كثيرة ضعيفة وموضوعة۔ وكذلك ما يرويه ابو نعیم فی
فضائل الخلفاء فی کتاب مفرد فی اول حلیة الاولیاء ۶۔

اور اس میں بہت سی حدیثیں ہیں جو قوی و حسن ہیں اور بہت سی ضعیف و موضوع ہیں۔
یہی حال ان احادیث کا ہے جو ابو نعیم نے خلفاء کے فضائل میں بصورت ایک مستقل
کتاب کے روایت کی ہیں۔ حلیۃ الاولیاء کے ابتداء میں۔

علامہ ابن تیمیہ کی شہادت پر شاید بعض پرستاران سبکی و ابن حجر کی چیں بہ چیں ہوں،
مگر یہ واضح رہے کہ علامہ موصوف کے رسوخ حدیث و حفظ و ضبط و اتقان فن کا وہ ارفع و اعلیٰ
مقام ہے جس سے ان کے سخت سے سخت مخالف کو بھی کبھی انکار کی جرأت نہ ہو سکی:

كنت نبياً ادم بين الماء والطين (حدیث مبارکہ)

کو (ان الفاظ کے ساتھ) علامہ موصوف نے موضوع لکھا تھا۔ حافظ ابو الخیر سخاوی ایک
فتویٰ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس بارے میں ابن تیمیہ کے علم واسع اور حفظ حدیث پر اعتماد کر لینا، اعتماد کے

لئے کافی ہے۔ جس کا موافق اور مخالف دونوں کو اقرار ہے۔“

سخاوی کا یہ قول ”زرقانی“ نے مواہب کی شرح میں نقل کیا ہے جو

سب سے زیادہ یہ کہ حافظ ذہبی کا قول اس موقع پر یاد کر لینا چاہیے جو کہتے ہیں کہ:

ما رايت اشد استحضاراً للبتون و غروها منه، و كانت
السنة بين عينه ولسانه بعبارة شيقته و عين
مفتوحة!!

حدیث کے متن اور اس کی سند، جیسی ان کو یاد تھیں میں نے اور کسی کو نہیں
دیکھا۔ آپ کے پیش نظر اور آپ کی زبان پر لفظ سنت موجود رہتا تھا اور بہت
اچھی طرح بیان کرتے تھے اور نہایت ہوشیاری سے ادا کرتے تھے۔

حافظ ابو نعیم کے اس تساہل، موضوعات پر سکوت اور نقل و جمع روایات میں بے
احتیاطی کی شکایت صرف علامہ موصوف ہی کو نہیں ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ثبوت
واضح اس کے لئے موجود ہے۔ یہی حافظ ذہبی، جنہوں نے تذکرہ میں ان کا ترجمہ لکھا
ہے ”میزان“ میں حافظ ابو نعیم اور ان کے معاصر ”ابن مندہ“ کے باہمی طعن و قدح کا
ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا اقبل قول منہما فی الاخر، و ہما عندی مقبولان لا
اعلم ذنبا اکبر من روايتہما الموضوعات ساکتین
علیہا!

میں ان دونوں میں سے کسی کے طعن کو دوسرے کے حق میں قبول نہیں کرتا
میرے نزدیک دونوں مقبول ہیں۔ مجھے ان دونوں کا گناہ اس سے بڑھ کر تو اور
کوئی نہیں معلوم ہوا کہ وہ جھوٹی

حدیثیں روایت کرتے ہیں اور اس کی نسبت سکوت اختیار کرتے ہیں!

حافظ ذہبی کے نزدیک یہ غفلت ان کی مقبولیت میں خلل انداز نہیں، لیکن افسوس
کہ اسی خطرناک مقبولیت نے ان موضوعات و حکایات کو قوم میں پھیلا دیا، جن کی وجہ

سے آج اسلام کو شرمندہ اغیار اور ہدفِ طعنہ مخالفین و اجانب بنا پڑتا ہے!

۲۔ اب ان روایات پر نظر ڈالئے، میں اس وقت اس بحث کو چھیڑنا نہیں چاہتا کہ داریت ان کے مطالب کس درجہ قابلِ اعتراض و انکار ہیں؟ کیونکہ کہہ چکا ہوں کہ پہلی چیز نفسِ روایات کی صحت و عدم صحت ہے۔

ان روایات میں پہلی روایت عمرو بن فتیبہ سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا:

وكان من اوعية العلم

انہوں نے اپنے والد کی فضیلت علمی تو بیان کر دی، لیکن کچھ نہیں معلوم کہ انہوں نے یہ واقعہ کیوں کر معلوم کیا اور کس اعتماد پر بیان کر رہے ہیں؟ ذکرِ ولادت کی اکثر روایتیں منقطع ہیں (یعنی واقعہ تک راوی کا سلسلہ نہیں پہنچتا) لیکن یہ روایات منقطع روایات میں بھی بدترین منقطع ہے۔

دوسری روایت کے راوی اول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ واقعہ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پچاس برس بعد پیدا ہوتے ہیں۔ نہیں معلوم انہوں نے کس سے سنا اور پھر باقی روایت کا کچھ پتہ نہیں۔

تیسری روایت کا معاملہ

تیسری روایت میں خود تصریح کر دی ہے کہ ”بہ سند ضعیف“ لیکن راوی کے اس انکسارِ طبع پر ہم قانع نہیں ہو سکتے، کیونکہ یہ روایت ضعیف ہی نہیں بلکہ سرے سے موضوع ہے۔ روایت خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہے۔ جو بطورِ جملہ معترضہ کے آغازِ حدیث میں کہتے ہیں:

ولد اخی عبد اللہ هو اصغرنا

میرا بھائی عبد اللہ پیدا ہوا اور وہ ہم تمام بھائیوں میں سب سے زیادہ چھوٹا تھا۔

صرف یہی جملہ معترضہ اس روایت کے موضوع ہونے کے لئے ایک محکم

اندرونی شہادت ہے، کیونکہ بالاتفاق یہ مسلم ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ حضرت

عباس رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے نہ کہ چھوٹے۔

حافظ ابن عبد البر "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" میں لکھتے ہیں:

عباس بن عبد المطلب عم رسول اللہ یکنی ابا الفضل

بابنہ الفضل، وكان العباس اسن من رسول اللہ بسنتین

وقیل بثلاث سنین^۵

عباس ابن عبد المطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اپنے لڑکے فضل کی

نسبت سے ابوالفضل کنیت رکھتے تھے۔ ان کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

صرف دو برس زائد تھی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ تین برس۔

جب خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف دو تین

برس زیادہ تھی، تو آپ کے والد سے کیونکر بڑے ہو سکتے ہیں؟

معلوم ہوتا ہے کہ جس نادان نے یہ قصہ گھڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف

منسوب کیا ہے، یا تو اس غریب کو اس کی خبر نہ تھی، یا جانتا تھا اور روایت کو معتبر بنانے کے

لئے قصداً یہ ٹکڑا داخل کر دیا تاکہ ضمناً ایک دوسرا مغالطہ دے کر روایت کو انقطاع سے محفوظ

ثابت کر دے:

فکفی بذالك كذبه وبهتانه على رسول الله صلى الله

عليه وسلم وعتبه، و من كذب عليه متعبداً فليتبوا

(حدیث مبارکہ)

مقعداً فی النار

حافظ سیوطی کی شہادت

۳۔ ایک سب سے بڑی دلیل واضح ان روایات واہیہ کے ناقابل اعتبار ہونے کی یہ ہے کہ خود حافظ ابو نعیم نے دلائل الدہوۃ میں ان روایات کو نقل نہیں کیا۔^۹ حالانکہ اس میں ہر طرح کی ضعیف و منکر روایتیں بلا تامل جمع کر دی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود حافظ موصوف کے نزدیک یہ روایات اس درجہ واضح طور پر موضوع تھیں، کہ وہ ضعیف و منکر روایتوں میں بھی انہیں نہ لے سکے اور باوجود ان کے مذاق میں سب سے بڑے ذخیرہ دلائل و اعلام نبوت ہونے کے مجبوراً چھوڑ دینا پڑا۔

۴۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر ایک برہان قاطع اور شہادت واضح (جونی الحقیقت ان روایات کے موضوع ہونے کا آخری فیصلہ کر دیتی ہے) یہ ہے کہ خود حافظ سیوطی ”خصائص کبریٰ“ میں تیسری روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هذا الاثر والاثران قبله، فيها نكارة شديدة، ولم
اورد في كتابي هذا اشد نكارة منها ولم تكن نفسى
تطيب بايرادها (فتامل) لكنى تبعت الحافظ ابا نعيم
في ذلك

یہ روایت اور اس سے قبل کی جو دو روایتیں ہیں۔ ان سب میں نہایت سخت شدید انکار و قباحت ہے اور باوجود ان کے اشد شدید انکار کے، میں نے اس کتاب میں جو درج کیا، تو میرا دل اس امر کو پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر میں نے محض حافظ ابو نعیم کی پیروی کے خیال سے ایسا کر دیا۔

حافظ سیوطی ہر طرح کی رطب و یابس روایتوں کے جمع کرنے بلکہ ان سے استدلال کر دینے میں جس درجہ بے احتیاط اور تساہل پیشہ ہیں، وہ ارباب نظر سے مخفی نہیں۔ لیکن ان روایات کی لغویت کا یہ حال تھا کہ وہ بھی بائیں ہمہ تساہل چپ نہ رہ سکے

اور بے اختیار ہو کر انکارِ شدید کے ساتھ اس کی معذرت کرنی پڑی کہ محض حافظ ابو نعیم کے اتباع کے خیال سے درج کر دیتا ہوں!

وہ لکھتے ہیں کہ میرا جی نہیں چاہتا کہ ان روایتوں کو درج کروں۔ غور کیجیے کہ جن روایتوں کے درج کرنے سے حافظ سیوطی کی طبیعت بھی اعراض کرے، وہ کس درجہ واہی و مزخرف ہوں گی؟

آج کل مناقب و فضائل اور واقعات و سیر میں مدعیانِ فن کی انتہائی سرحد حافظ سیوطی واقرانہ ہیں۔ لیکن یہ کیسا دلچسپ اقرار خود حافظ موصوف کا ہے کہ میں ہر طرح واہی و منکر روایتیں لوگوں کے اتباع کے خیال سے درج کر دیتا ہوں:

فتاملوا وتفکروا ولا تغروا با صحاب العمانم العجرا
اذا قروها واجازوها، ان ہم الا صحاب اوہام و شقاشق
یتقربون بہا من العلوم۔

قصر ایوانِ کسریٰ وغیرہ

آپ کے اکثر سوالات کا جواب ان روایات کی بحث میں آ گیا، نیز بعض غیر مسئول عنہ امور کا بھی، لیکن ابھی تک ایک چوتھی روایت باقی ہے، جس میں آتش کدہ ایران کے بجھ جانے، قصر نوشیرواں کے کنگروں کے گرنے، کاہنوں کے پراسرار و عجائب اظہارات اور ایک خطبہ کہانت کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہ روایت بھی پورے دو صفحات کی ہے۔ سیوطی نے ”خصائص“ میں اور حافظ ابو نعیم نے ”دلائل“ میں اس کو درج کیا ہے۔ اگر نقل کروں تو پورے دو کالم مطلوب ہیں۔

خلاصہ مضمون یہ ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی رات کسریٰ کے ایوان میں زلزلہ محسوس ہوا، اس کے چودہ کنگرے گر گئے، ایران کی وہ آگ جو ہزار سال سے نہیں بجھی تھی، بجھ گئی، بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا، نوشیرواں نے وزراء اور موبدوں کو جمع کر کے اس کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے خواب دیکھا ہے، عرب میں کوئی انقلاب ہونے والا ہے۔ اس پر نوشیرواں نے نعمان بن منذر کے نام خط لکھا کہ عرب سے ایک ایسا شخص بھیج دو، جو میرے ہر سوال کا جواب دے، نعمان نے (عبدالمسیح) نامی ایک کاہن کو بھیجا، لیکن اس نے اپنے سے زیادہ عالم ”سطیح“ کاہن شام کو بتلایا اور نوشیرواں کے سوالات لے کر وہ اس کے پاس گیا۔ سطیح مرض الموت میں گرفتار تھا۔

(عبدالمسیح) نے کہانت آمیز اشعار پڑھے اور جب اس نے سر اٹھایا تو کہا:

تھوی الی سطیح وقد اوفی علی الضریح بعثک ملک
بنی ساسان، الارتجاس الایوان، وخمود النیران ورویا
الموبدان، رای ابلا صعا با، تقود خیلا عرابا^۱

وغیرہ وغیرہ

لیکن سطیح مر گیا اور جواب کی مہلت نہ پائی۔

لیکن یہ روایت بھی قطعاً ناقابل اعتناء ہے۔ اس کا راوی ”اول“ مخزوم ابن ہانی ہے جو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ خود حافظ سیوطی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قال ابن عساکر: حدیث غریب لانعرفه الامن حدیث

ابن مخزوم عن ابیہ، نفردبہ ابو ایوب البجلی^۲

ابن عساکر نے اس کی نسبت کہا ہے کہ حدیث غریب ہے۔ جس کو سوائے ابن

مخزوم کے اور کسی نے روایت نہیں کیا۔

اس روایت کے واقعات بہ تغیر الفاظ و حذف و اضافہ بعض امور، فضائل و حکایات کی کتابوں میں بکثرت ملتے ہیں، لیکن ان سب کی بنیاد یہی روایت ہے:

والعبرة بها يروى المحدثون، لا بما يهدى به القصاصون
الكاذبون

حواشی

- ۱ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور نہ سامریوں کے کسی شہر میں داخل ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھینٹوں کے پاس جانا (متی ۶: ۹)
- ۲ یہ چیز ہے کہ پیروی کرنے والوں کو اس کی پیروی کرنی چاہیے؟
- ۳ ان روایات کے لیے کنز العمال ج ۲: ۳۳۱ دیکھیے
- ۴ ایضاً..... ج ۲: ص ۳۰۴۔
- ۵ ہم نے ان تینوں روایتوں کا بہت سا حصہ چھوڑ دیا ہے اور ترجمہ بھی نہیں کیا۔ کیونکہ اس سے مضمون بہت بڑھ جاتا اور الہلال کے صفحات محدود۔ ان روایات میں وہ تمام واقعات وقت ولادت، جو عام طور پر مولود کی کتابوں میں بیان کیے جاتے ہیں موجود ہیں اور جن کی نسبت آپ نے سوالات کیے ہیں۔ نیز اور بھی بہت سی عجائب و حوارق۔
- ۶ اس رائے کو علامہ ابن تیمیہ نے کتاب التوسل میں لکھا ہے لیکن یہ کتاب اس وقت میرے پاس موجود نہیں۔ مولانا شبلی نے دیباچہ سیرۃ النبی مطبوعہ میں اس عبارت کو نقل کیا ہے۔
- ۷ زرقانی کا یہ مقام میں نے دیکھا ہے اور یاد ہے لیکن اس وقت تلاش کرنا چاہا تو جلدی میں نہ نکال سکا۔
- ۸ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، حافظ ابن عبدالبر۔ ج ۳: ص ۴۹۷
- ۹ دلائل النبوة، حافظ ابو نعیم۔ دائرہ المعارف حیدرآباد میں چھپ گئی ہے۔ اس کے

پہلے حصے کے ص ۳۲ میں تزویج آمنہ کا پورا باب دیکھا جائے۔ بہت سی روایات ضعیفہ و واہیہ درج ہیں۔ مگر ان روایات کا پتہ نہیں۔

خصائص کبریٰ، حافظ سیوطی ج ۱: ص ۴۹۔

۱۰

پوری روایت کے لئے دلائل النبوة، حافظ ابو نعیم ج ۱: ص ۴۱ اور خصائص الکبریٰ،

۱۱

حافظ سیوطی ج ۱: ص ۴۹ کو دیکھیے۔

خصائص کبریٰ، حافظ سیوطی ج ۱: ص ۵۱۔

۱۲

اشاریہ

حضرت عائشہؓ، ۷۲	
حضرت عباسؓ، ۹۳، ۹۲	اعلام
حضرت عبداللہ، ۱۶، ۲۲، ۷۰، ۸۹، ۹۲	آدم، ۶۲
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۶، ۹۵	آرین، ۳۲، ۳۶
حضرت مریم، ۷۰	آمنہ، ۱۶، ۷۰، ۸۷، ۸۹
حضرت مسیح، ۳۳، ۳۲، ۳۵	ابن تیمیہ، ۸۲، ۹۰
حضرت موسیٰ، ۲۰، ۳۲، ۶۱، ۸۱	ابن حجر مکی، ۹۰
حضرت آسیہؓ، ۷۰	ابن عساکر، ۸۲، ۹۶
ربیع الاول، ۱۶، ۲۳، ۳۹، ۴۱، ۴۸، ۴۹، ۵۰	ابوالشیخ اصفہانی، ۹۰
۷۱، ۶۳، ۶۲، ۶۵، ۶۹، ۷۰، ۷۱	ارسطو، ۶۵
زرقانی، ۹۰	اسحاق، ۳۸
سبکی، ۹۰	امام غزالی، ۷۸
سراج، ۳۷	بنی اسرائیل، ۳۲، ۳۳، ۳۸
سکندر، ۲۵، ۳۸، ۶۳، ۶۵	شمس، ۲۸
سید رشید رضا، ۷۹	حافظ ابو نعیم اصفہانی، ۸۲، ۸۳، ۸۹، ۹۱، ۹۲، ۹۵
سینا، ۳۸، ۳۲	حافظ ابوالخیر سخاوی، ۹۰
شاہ ولی اللہ، ۷۸	حافظ ابو نعیم اصفہانی، ۸۰، ۸۱، ۸۳، ۸۵، ۸۶، ۸۷
شیخ محمد عبدہ، ۷۹	حافظ ذہبی، ۸۹، ۹۰، ۹۱
عادی، ۲۸	حافظ سیوطی، ۸۱، ۸۳، ۹۳، ۹۵، ۹۶
عبدالمسیح، ۹۲	حافظ عبد البر، ۹۳
عبدالمطلب، ۱۶، جو، ۲۰	حضرت ابن عباس، ۸۳
عمرو بن قتیبہ، ۸۳، ۸۴	حضرت زکریا، ۳۳

۹۶، ۹۵، ۸۱، ۸۰، ۷۰، ۶۰، ۵۰، ۴۰، ۳۰، ۲۰، ۱۰، ۰	فرعون، ۳۸، ۳۳، ۲۰، ۱۰
بابل، ۲۷	گوتم بدھ، ۳۶، ۳۱، ۲۵
بادشاہ، ۶۵	گہو، ۲۸
بحر اصغر، ۸۱	گینز، سید یو، ادارے، ۳۶
بدھا، ۳۶	کبچ، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳
برکن، ۲۷	ملا حسین واعظ کاشفی، ۸۰
چیرس، ۲۷	ملا معین الدین بروی، ۸۱، ۸۰
جاپان، ۳۶	نوشیرواں، ۹۶، ۹۵، ۷۰، ۶۰
چین، ۳۶	باشم، ۱۶
حجاز، ۲۳	یہودی، ۳۳، ۳۲
فاران، ۵۰	
قریش، ۸۶	کتاب
قسطنطنیہ، ۶۳	الفرقان، ۳۳
کعبہ، ۷۰	البلال، ۹
کلدان، ۲۷	خضائص کبریٰ، ۹۵، ۹۴، ۸۳
لندن، ۲۷	دلائل النبوت، ۹۵، ۹۴
مخزم ابن ہانی، ۹۶	قرآن حکیم، ۳۶، ۳۷، ۳۱، ۳۰
مسجد احرام، ۳۳	کنز العمال، ۸۲
مسجد قسطنطنیہ، ۳۳	معارض النبوت، ۸۱
مصر، ۶۳، ۳۲	مواہب، ۹۰
ہمالیہ، ۳۸، ۳۶	
ہندوستان، ۳۶، ۳۲	
یورپ، ۳۰، ۲۸، ۲۷	
یونان، ۷	

اماکن

۹۵، ۹۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۰، ۶۰، ۵۰، ۴۰، ۳۰، ۲۰، ۱۰، ۰

مولانا ابوالکلام آزاد کی تصانیف

- | | |
|--|--|
| <ul style="list-style-type: none"> • مسلمان عورت • صدائے حق (ہو بالمعروف و لہی عن المنکر) • نسانہ ہجر و وصال • ارکان اسلام • مقام دعوت • جماعت حزب اللہ • مسئلہ طلاق قرآن • جامع الشواہد • انسانیت موت کے دروازے پر • رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے آخری لمحات • اسلام میں آزادی کا تصور (الحریت فی الاسلام) • شہادت حسین رضی اللہ عنہ • اصحاب کہف اور یاجوج و ماجوج • فلسفہ (اصول و مہارت کی روشنی میں) | <ul style="list-style-type: none"> • تفسیر ترجمان القرآن (تین جلدیں) • ام الكتاب (تفسیر سورہ فاتحہ) • قرآن حکیم کی تین سورتیں (ترجمہ و تفسیر) • خباہر خاطر • تذکرہ • خطبات آزاد • آزادی ہند • مسئلہ خلافت • قول فیصل • قرآن کا قانون عروج و زوال • حقیقت الصلوٰۃ • ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم • سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی پہلو • تذکرہ الانبیاء (مجموعہ اسلام) • خطبات جمعہ عیدین |
|--|--|

- | | |
|---|---|
| <ul style="list-style-type: none"> • مولانا ابوالکلام آزاد: مرچب ڈاکٹر سید عبداللطیف • مرچب: افضل حق قرشی • مرچب: ڈاکٹر احمد حسین کمال • مولانا عبدالرزاق بلخ آبادی • مولانا عبدالرزاق بلخ آبادی • مرچب: ڈاکٹر وہاب قیصر • ڈاکٹر سید عبداللہ | <ul style="list-style-type: none"> • تصورات قرآن • مولانا ابوالکلام آزاد کی قرآنی خدمات • مولانا آزاد ابوالکلام نے پاکستان کے بارے میں کیا کہا • ذکر آزاد (مولانا ابوالکلام آزاد کی رفاقت میں ۱۳۸ سال) • ابوالکلام کی کہانی خود آزاد کی کہانی • مولانا آزاد کے سائنسی مضامین • ابوالکلام آزاد۔ امام عشق و جنوں |
|---|---|

تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
 Call 0300-8634610/ Ph. 042-37232731
 www.abulalam.com/maabulalam@yahoo.com

مکتبہ جمال



ادارے کی دیگر کتب

- عصر حاضر میں اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معنویت
- سیرت رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم
- خلفائے راشدین (حسن، کواثر میں)
- فضائل درود شریف
- خطباتِ بسبئی
- روشنی
- قرب الہی (عبادت کی روشنی میں)
- اسلامی حکومت کا فلاحی تصور
- مشاہیر اسلام کی نصیحتیں (وصایا)
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتیں
- اسلام کی دنیا (بچوں کے لیے بہترین کتاب)
- تاریخ اسلام (زمانہ قبل از اسلام سے عہد حاضر تک)
- اسلام میں غلامی کی حقیقت
- اعجاز اسرار (فلسفہ زندگی کی صوفیانہ کتاب)
- اسلام کا نظریہ تاریخ
- سرزمین مشترک
- ترکی میں مشرق اور مغرب کی کشمکش
- نجات کا راستہ (قرآن کی روشنی میں)
- افغان جہاد اور اس کا ملبہ
- پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید عالم قاسمی
- قاضی طاہر الہاشمی (ایڈووکیٹ)
- شیخ خالد البطار / مولانا سعید الرحمن علوی
- مولانا محمد زکریا
- مولانا محمد منظور نعمانی
- مولانا محمد متین ہاشمی
- مسز جوہر
- مولانا سعید الرحمن علوی
- افتخار فریدی
- مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری
- ایلمارتھ ہارڈر / بشری سہیل
- محمد الحسن صدیقی رحیم حسن حسرت مدنی / اسلام
- مولانا سعید احمد اکبر آبادی
- تقی محمد خان خورجوی
- محمد مظہر الدین صدیقی
- محمد سہیل عمر
- خالدہ ادیب خانم
- مرتبہ: حافظ مقبول احمد دہلوی
- محمد یوسف چودھری

تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
 Cell: 0300-8834810 / Ph: 042-37232731
 mjama109@gmail.com/maktabajamal@yahoo.co.uk

مکتبہ جمال



ادارے کی دیگر کتب

- دیوان غالب (فرہنگ کے ساتھ)
- دیوان غالب (پاکت)
- کلیات اقبال (فرہنگ کے ساتھ)
- کلیات اقبال (عام)
- انتخاب کلیات اقبال (مع فرہنگ)
- انتخاب سخن (منتخب نثریں)
- سیف الملوک - 104 سالہ قدیم نسخہ (دو حصے میں)
- کلیات ساغر
- اقبال اور ذکر حسین رضی اللہ عنہ
- پاکستان سے اقبالستان تک
- دل دے دکھ (فرائیسی حرفیاں)
- نگارستان (اردو گرامر پر جامع کتاب)
- فنون لطیفہ (نثری فنون، نثری فنون، نثری فنون کا مجموعہ ہے جس میں پہلی کتاب)
- فن تقریر (فن تقریر پر بہترین کتاب)
- گوجری زبان و ادب
- مظاہر نفس (اقیم عرفان ذات و ادراک ذخیل)
- کامیاب زندگی کا تصور
- لالہ زار کے داغ (دادی کاغان کے پس منظر میں لکھے گئے افسانے)
- صریر خامہ (مختلف ادبی تاریخی مضامین)
- گلگت بلتستان کا اردو ادب
- گھریلوں آزمودہ نسخوں کا انسائیکلو پیڈیا (قدیم حکما کی تحقیقات کا مجموعہ)
- کھل بیوشن گائیڈ
- پرفیشنل بیوشن بیٹے
- بہار شباب (جنسی مسائل کی رہنما کتاب)
- مرزا اسد اللہ خاں غالب
- مرزا اسد اللہ خاں غالب
- علامہ محمد اقبال
- علامہ محمد اقبال
- انتخاب: عابدہ خاتون
- انتخاب: عابدہ خاتون
- میاں محمد بخش
- ساغر صدیقی
- محمد شریف بقاء
- پروفیسر محمد عارف خان
- میاں محمد جان
- منصف خان سحاب
- مرزا سلطان احمد
- پروفیسر نوید کیانی
- ڈاکٹر صابر آفاقی
- ڈاکٹر سید انور فراز
- پروفیسر انور دل
- فیاض عزیز
- محمد یوسف چودھری
- حلقہ ارباب ذوق
- ترتیب: سید امتیاز علی تاج
- آسیہ آرزو
- آسیہ آرزو
- حکیم غلام محمود خاں

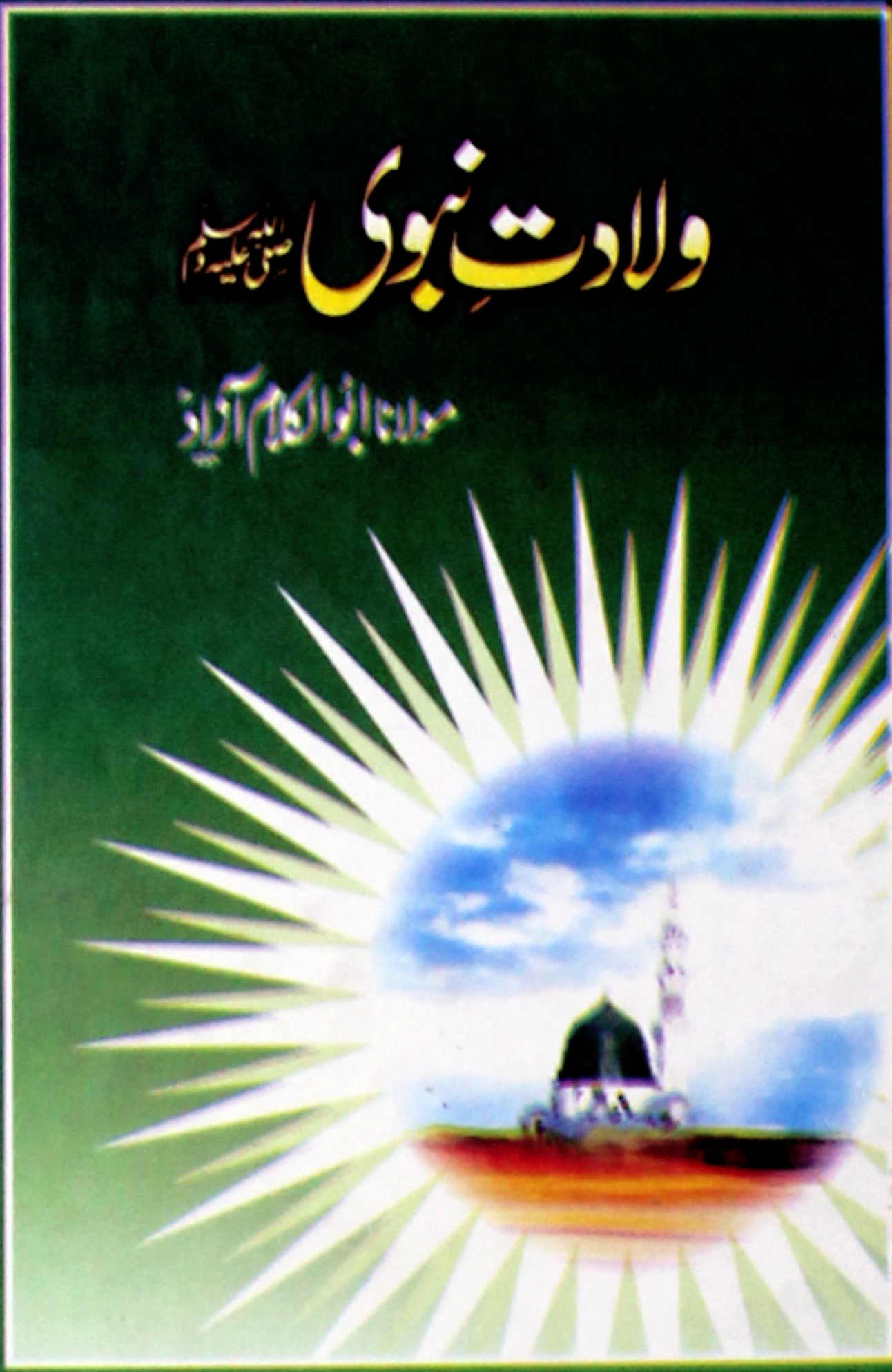
تیسری منزل، سن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
 Cell: 0300-8834610/ Ph: 042-37232731
 mjmal09@gmail.com/ mal09@netcity.com.pk

مکتبہ جمال



ولادت نبوی ﷺ

مولانا ابوالکلام آزاد



رنگ

Design
0333-4349801

مکتبہ جمال

تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

Mob. 0300-8834610 Tel. 042-7232731

maktaba_jamal@email.com/maktabajamal@yahoo.co.uk

